مؤلف

حضرت مولانا سہیل باوا صاحب دامت برکاتہم

عالمی مبلغ ختم نبوت

ناشر

ختم نبوۃ اکیڈمی لندن

نامِ کتاب: مقالاتِ حیاتِ مسیح علیہ السلام
تالیف: حضرت مولانا سہیل باوا صاحب زید مجدہم
سرورق: جناب راحیل اعجاز صاحب
ناشر: ختم نبوت اکیڈمی (لندن)
اشاعت: جمادی الاولیٰ ۱۴۴۲ھ/جنوری 2021ء

کتاب ملنے کے پتے

مکتبہ عزیزیہ، سلام کتب مارکیٹ، بالمقابل جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی
مکتبہ مروان، دکان نمبر 19، سلام کتب مارکیٹ، بالمقابل جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی

شائع کردہ

ختم نبوت اکیڈمی، لندن
KHATM E NUBUWWAT ACADEMY
387 Katherine Road , Forest Gate , London E7 8LT , United Kingdom
Phone: 020 8471 4434 | Cell : 0788 905 4549 , 0795 803 3404
Email: khatmenubuwwatacademy@gmail.com
Website: www.khatmenubuwwat.org

سورۃ الاخلاص

الله

فہرستِ مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حقِ انتساب

کراچی سے لندن منتقلی کے بعد بعض احباب نے راقم سے حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کی بابت مرزا قادیانی کے پیروکاروں کے عقائد سے متعلق کچھ اہم سوالات ارسال کیے تھے، جس کے جواب میں راقم نے اپنی علمی بساط کے مطابق گزرے چند سالوں میں کتبِ متعددہ سے استفادہ کرکے جوابات مضامین کے طرز پر ارسال کیے تھے۔

راقم نے بیس سال کے دوران ان مراسلات وتحریرات کو یکجا کرنے کی نہ سعی کی، نہ کوئی ارادہ کیا، اس لیے کہ مجھے اپنی قلمی خامیوں کا شدید احساس ہے، لیکن چند صاحبانِ کرام کی اثر انگیز ترغیب کا لابدی نتیجہ اور بعض حضرات نے تو اتنا دباؤ ڈالا کہ مؤلف کا تعاقب فرماتے رہے، ان سب ہمت بندھانے والے احباب کا مخلصانہ شکریہ لازم ہے۔

اصل میں تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا شکر ہے، جس کے فضلِ عمیم سے ان احباب کی دلداریاں مؤلف پر اس طرح گزریں، جس طرح صبح صادق کے وقت نسیم کلیوں پر سے گزرتی ہے۔

آخر میں عرض ہے کہ اس تالیف ''مقالاتِ حیاتِ مسیح علیہ السلام'' کے مشمولات محض لائبریری کی سطح کے ہی نہیں، بلکہ تجرباتی بھی ہیں، جس میں مرزا قادیانی کے صدق وکذب کو ممیّز

کرنے والی واضح دلیلیں ہیں، جن اصحابِ علم وقلم نے منکرینِ ختم نبوت کے باب میں قلمی محاسبہ کیا وہ لائق تحسین ہیں۔

مرزا قادیانی کی تحریرات اور عقائدِ باطلہ کی تردید میں یوں تو تمام مکاتبِ فکر کے اکابر نے اپنے اپنے انداز میں قلم اُٹھایا ہے، مگر جس اسلوبِ ادبی وعلمی اور نہج وتحقیقِ فکر سے میرے مربی واستاذی محدث العصر حضرت علامہ مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے قریبی ساتھی و جانشین فقیہ العصر محدث حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ نے جس شرح وبسط سے تجزیہ کیا ہے، وہ اپنی مثال آپ ہے، جہاں بھی کسی مقدار میں زہر موجود تھا، اس کی نشان دہی کردی، لہٰذا رسالۂ ہٰذا کا انتساب ان کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

والسلام

سہیل باوا عفا اللہ عنہ

خاک پائے اکابرینِ ختمِ نبوت

مقیم لندن

تقریظ

ہمارے انتہائی ذی استعداد بھائی جناب عزت مآب حضرت مولانا سہیل باوا صاحب ہر وقت تحفظ ناموسِ رسالت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ دنیا کے کئی ممالک کا سفر کر چکے ہیں اور برطانیہ میں شاید ہی کوئی شہر ایسا ہو جس میں آپ تشریف نہ لے گئے ہوں۔ تقریر، میٹنگ، انفرادی یا اجتماعی ملاقاتوں کا سلسلہ تقریباً ہر وقت رہتا ہے۔ سوشل میڈیا پر بہت ہی زیادہ ایکٹیو کوئی شخصیت ہے تو وہ مولانا سہیل باوا صاحب ہیں کہ ہر وقت منکرینِ ختم نبوت کے اعتراضات وسوالات کے جوابات مع حوالہ جات دے رہے ہوتے ہیں، مگر اب آپ نے ساتھ ساتھ تحریر بھی شروع کر دی ہے، جو آپ نے سوشل میڈیا پر تحریر کیا یا سفر کیا اُسے کتابی شکل میں بھی منظر عام پر لا رہے ہیں، جس کی زندہ مثال آپ کا فلسطین کا سفرنامہ ہے، جو کہ قاری کو معلومات کے ساتھ ساتھ اس کے عقائد کی بھی درستگی کرتا ہے، اور جس میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اور سیدنا مہدی علیہ الرضوان کے بارے میں تفصیلات ہیں۔ اب جو کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے، اس میں حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں گفتگو کی گئی ہے، کیونکہ قادیانی گروہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کا منکر تو ہے ہی، مگر سخت ترین گستاخیوں کا بھی مرتکب ہے۔

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اس وقت دنیا میں چار گروہ ہیں:

ا:.....ایک یہود ہیں۔

۲:.....دوسرا قادیانی گروہ، یہ بھی سخت گستاخی کا ارتکاب کرتا ہے اور حضرت مسیح علیہ السلام کی توہین کو اپنا مذہبی فریضہ سمجھتا ہے۔

۳:.....تیسرا گروہ نصاریٰ کا ہے کہ وہ محبت میں غلو کر کے آپ علیہ السلام کو اُلوہیت کے مقام پر فائز سمجھتا ہے۔

۴:.....اور چوتھا گروہ مسلمانوں کا ہے جو آپ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بندہ اور رسول سمجھتا ہے اور یہی قرآنی عقیدہ ہے اور صحیح ہے۔

حضرت مولانا سہیل باوا صاحب نے اس کتاب میں اس کی تشریح فرمائی ہے۔ میں دعا گو ہوں کہ اللہ پاک حضرت مولانا سہیل باوا صاحب کو دن دگنی، رات چگنی ترقی عطا فرمائے، تاکہ یہ گستاخانِ انبیاءکرام علیہم السلام کا تعاقب کرتے رہیں۔

والسلام

مفتی محمود الحسن

مبلغِ ختمِ نبوت، برطانیہ

30 نومبر 2020ء بروز پیر

پرانی بات ہے

جی ہاں!!! پرانی بات ہے جس کو کچھ زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ مرزا قادیانی نے اپنے لیے مختلف دعووں کے ساتھ مسیح موعود ہونے کا جھوٹا دعویٰ بھی کیا، اور قرآن کریم، احادیثِ مبارکہ، اجماعِ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، ائمہ مفسرین ومحدثین، اور اجماعِ امت کے خلاف جا کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع ونزول کا صریح الفاظ میں انکار کیا، اور روحانی خزائن جلد: 20، صفحہ: 472 پر حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں لکھا کہ:

''اسی طرح مسیح کی وفات کا مسئلہ بھی عجیب ''سِر'' ہے، باوجودیکہ قرآن شریف کھول کھول کر مسیح کی وفات ثابت کرتا ہے اور احادیث سے بھی یہی ثابت ہے۔''

لیکن حقیقت یہ کہ مرزا قادیانی کے اس دجل وفریب کا مقصد یہی تھا کہ وہ خود مسیح موعود کا ٹائٹل اپنے نام کرنا چاہتا تھا، اور یہی وہ من پسند موضوع ہے، جس پر ایک عرصہ سے قادیانیت اہلِ اسلام سے مناظرے اور مناقشوں کا شوق پورا کرنے کی کوشش کرتی ہے، ورنہ خود مرزا قادیانی ایک زمانے تک اس بات کا اقرار کرتا آیا ہے کہ:

''حال کے نیچری، جن کے دلوں میں کچھ بھی عظمت قال اللہ اور قال الرسول کی باقی نہیں رہی، یہ بے اصل خیال پیش کرتے ہیں کہ جو مسیح ابن مریم کے آنے کی خبریں صحاح میں موجود ہیں، یہ تمام خبریں ہی غلط ہیں۔'' (ازالہ اوہام، ص:556۔ روحانی خزائن، جلد:3 ص:399)

ایک اور جگہ مرزا قادیانی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی پیش گوئی کو اول درجہ کی پیش گوئی کہتے ہوئے لکھتا ہے:

''یہ بات پوشیدہ نہیں کہ مسیح ابن مریم کے آنے کی پیش گوئی ایک اول درجہ کی پیش گوئی ہے، جس کو سب نے بالاتفاق قبول کیا ہے۔ اور جس قدر صحاح میں پیش گوئیاں لکھی گئی ہیں۔ کوئی پیش گوئی اس کے ہم پہلو اور ہم وزن ثابت نہیں ہوتی، تواتر کا اول درجہ اس کو حاصل ہے۔ انجیل بھی اس کی مصدق ہے۔ اب اس قدر ثبوت پر پانی پھیرنا اور یہ کہنا کہ یہ تمام حدیثیں موضوع ہیں، درحقیقت ان لوگوں کا کام ہے جن کو خدا تعالیٰ نے بصیرت دینی اور حق شناسی سے کچھ بھی بخرہ اور حصہ نہیں دیا اور بباعث اس کے کہ ان لوگوں کے دلوں میں قال اللہ اور قال الرسول کی عظمت باقی نہیں رہی، اس لیے جو بات ان کی اپنی سمجھ سے بالاتر ہو، اس کو محالات اور ممتنعات میں داخل کر لیتے ہیں۔''

(ازالہ اوہام، ص:557۔ روحانی خزائن، جلد:3، ص:400)

اور مرزا قادیانی کا یہ کہنا کہ:

''انجیل بھی اس کی مصدق ہے۔''

اس بارے میں خود بائبل کا عہد نامہ جدید حضرت مسیح علیہ السلام کے ان الفاظ کو نقل کرتا ہے کہ:

''خبردار! کوئی تم کو گمراہ نہ کر دے، کیونکہ بہتیرے میرے نام سے آئیں گے اور کہیں گے: میں مسیح ہوں اور بہت سے لوگوں کو گمراہ کریں گے۔''

(متی، باب:24، آیت نمبر:4و5)

اور پھر یہ بھی فرمایا کہ:

''اس وقت اگر کوئی تم سے کہے کہ دیکھو! مسیح یہاں ہے، یا وہاں ہے تو یقین نہ کرنا، کیونکہ جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی اُٹھ کھڑے ہوں گے اور ایسے بڑے نشان اور عجیب کام دکھائیں گے کہ اگر ممکن ہو تو برگزیدوں کو بھی گمراہ کر لیں،

دیکھو! میں نے پہلے ہی تم سے کہہ دیا ہے۔" (متی باب:24، آیت نمبر:23و25)

مرزا قادیانی کی کتابوں کو بغور پڑھنے والے حضرات سے یہ بات مخفی نہیں کہ مرزا قادیانی کے مختلف دعووں میں اسی طرح کی لن ترانیاں بکثرت ملیں گی، جن میں قرآن کریم اور احادیثِ مبارکہ اور اجماعِ اُمت سے انحراف کر کے مرزا قادیانی نے مسیح موعود کا جھوٹا دعویٰ کیا، لہٰذا علمائے اہلِ اسلام نے اسی نہج پر مرزا قادیانی کے اس دعویٰ کی قرآن کریم، احادیثِ مبارکہ اور مفسرین ومحدثین کے اقوال اور اجماع پر نکیر وتکفیر کی، اور ثابت کیا کہ مرزا قادیانی اپنے تمام دعووں میں مسیح موعود کے دعووں سمیت جھوٹا اور خائن ہے۔

ہمارے عالمی مبلغ ختم نبوت حضرت مولانا سہیل باوا صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے اسی سلسلہ میں اپنے رسالہ "مقالاتِ حیاتِ مسیح علیہ السلام" کے زیرِعنوان قرآن کریم، احادیثِ مبارکہ اور سلفِ صالحین کے اقوال سے اور خود مرزا قادیانی کی کتابوں سے اس کے اس دعویٰ کا رد کیا ہے، جو قارئینِ کرام کے لیے ایک معلوماتی اور پراثر خزانہ سے کسی طرح کم نہیں، بحیثیت نومسلم مجھے یہ کہنے میں ذرا بھی عار نہیں کہ قبولِ اسلام کے بعد دینِ اسلام کے مطالعہ کے دوران مجھے کہیں بھی مسیح علیہ السلام کے رفع ونزول کے حوالے سے قرآن کریم، احادیثِ مبارکہ، اور سلف صالحین کے کسی ادنیٰ قول سے یہ بات نہیں ملی، جو معاذ اللہ مرزا قادیانی کے دعووں کی پردہ پوشی کرتی ہو، بلکہ ختمِ نبوت اور ردِ قادیانیت پر اب تک جو کچھ کتابوں میں مرتب ہو چکا ہے، اس نے پورے طور پر مرزا قادیانی اور قادیانیت کے کفر کو کھول کھول کر رکھ دیا ہے۔

دعا ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ حضرت مولانا سہیل باوا صاحب کی اس علمی محنت اور کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول ومنظور فرمائے، اور قادیانیت کے لیے راہِ ہدایت ہو، آمین ثم آمین

کتبہ

خالد محمود، کراچی

انعامی چیلنج کا اعلان

جو بھی مسلمان اور جتنے عیسائی جہاں کہیں کے بھی ہوں، جس ملک کے باشندے ہوں، وہ سب کے سب عیسیٰ (علیہ السلام) سے مراد ایک ہی عیسیٰ ابنِ مریم (علیہ السلام) ہی کو لیتے ہیں، قادیانیوں کی عادت ہے، جب بھی بحث کا آغاز کرو، بس عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے شروع کرو، ان کے زعم کے مطابق مسلمانوں کو اسی سوال سے پریشان اور خاموش کیا جا سکتا ہے، چونکہ ان کے بڑوں نے اس مسئلہ کو مسلمانوں کے خلاف ایک کامیاب حربہ سمجھا ہوا ہے، راقم نے کئی دفعہ تجربہ اور مشاہدہ کیا ہے کہ اس مسئلہ میں بھی قادیانیوں کے پاس جب کوئی جواب نہ ہو تو بوکھلاہٹ کا شکار ہو جاتے ہیں۔ مرزا قادیانی نے اپنی کئی تحریروں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے عقیدہ کا اقرار کیا ہوا ہے، کیونکہ ان تحریروں کی موجودگی میں ان کے وفاتِ مسیح کے پروپیگنڈے اور بحث کی ساری عمارتیں منہدم ہو جاتی ہیں، تو اِدھر اُدھر ٹکریں مارنا شروع کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو مرزا قادیانی نے محض رسمی طور پر لکھا ہے، جس کا مرزا قادیانی نے اپنی کتاب اعجاز احمدی (روحانی خزائن، ج: 19، ص: 113) میں اپنی غلطی کو تسلیم کیا ہے، یہ قادیانیوں کا ہمیشہ کا ڈرامہ ہے، اس لیے یہ عقیدہ رسمی نہیں بن سکتا، کیونکہ مرزا قادیانی نے اس کے ثبوت کے لیے قرآنی آیات پیش کی تھیں، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے یہ عقیدہ رسمی نہیں قرآن سے قبول کیا تھا۔ اس عقیدہ کو مرزا کی اجتہادی غلطی بھی نہیں قرار دیا جا سکتا، کیونکہ مرزا قادیانی نے اپنی کتاب براہینِ احمدیہ میں یہ عقیدہ تحریر کیا تھا،

بقول مرزا قادیانی کے یہ کتاب جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں میں پہنچ چکی ہے، اور مرزا قادیانی نے اس کتاب کا نام قطبی بتایا، یعنی وہ کتاب قطب ستارہ کی طرح مستحکم اور غیر متزلزل ہے، جس کے کامل استحکام کو پیش کر کے دس ہزار روپے کا اشتہار دیا گیا ہے۔

(براہینِ احمدیہ، روحانی خزائن، جلد اول، ص:275)

بہانہ تراشنے والے مربیوں کے لیے مرزا قادیانی نے اب نکلنے کا راستہ بالکل بند کر دیا ہے، مرزا قادیانی کے پیروکاروں کے بقول نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کے عقیدہ کو اگر رسمی کہا جائے، تو نہ یہ کتاب قطبی رہے گی اور نہ اس میں ذکر کردہ باتیں مستحکم اور غیر متزلزل قرار دی جائیں گی۔ خصوصاً جب یہ کتاب خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملاحظہ فرمائی ہے تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایسی فاش غلطی کو آپ نظر انداز فرما دیں، جو مرزا قادیانی کے نزدیک شرکِ عظیم بھی ہو۔ بہرحال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نکیر نہ فرمانا اس عقیدہ کی صحت پر کھلی دلیل ہی کہا جا سکتا ہے۔ راقم نے جیسے عرض کیا کہ یہ عقیدہ اجتہادی غلطی اس لیے بھی نہیں بن سکتا کہ خود مرزا قادیانی یہ تسلیم کیا ہے کہ ہم نے اس کتاب میں کوئی دعویٰ اور کوئی دلیل اپنے قیاس سے نہیں لکھی۔

عبارت ملاحظہ ہو:-

> ''سوم یہ امر بھی ہر ایک صاحب پر روشن رہے ....دعویٰ بھی وہی لکھا ہے جو کتاب ممدوح نے کیا ہے اور دلیل بھی وہی لکھی ہے جو اس پاک کتاب نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے نہ ہم نے فقط اپنے قیاس سے کوئی دلیل لکھی ہے اور نہ کوئی دعویٰ کیا ہے۔''

(براہینِ احمدیہ، حصہ دوم، روحانی خزائن، ج: 1ص:88)

حاصل یہ نکلا کہ مرزا قادیانی کا مذکورہ بالا اعتراف اپنی جگہ برقرار ہے، اور اس کو کسی دوسرے معنی پر محمول کرنے کی کوشش کرنا یا اُسے غلط قرار دینا بے سود ہے، بلکہ ناممکن ہے۔ جبکہ مرزا قادیانی خود معصوم عن الخطا ہونے کا دعویٰ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

> ''اللہ تعالیٰ مجھے غلطی پر ایک لحہ بھی باقی نہیں رہنے دیتا اور مجھے ہر ایک غلط بات سے محفوظ رکھتا ہے۔''

(نور الحق، ص:72، حصہ دوم)

اس دعویٰ کے مطابق بھی مرزا قادیانی نے براہینِ احمدیہ میں جو کچھ لکھا، درست لکھا، بصورتِ دیگر اس کا دعویٰ غلط اور سیاہ جھوٹ ہوگا۔

مرزا قادیانی کہتا ہے کہ:

''میری ہر بات الہامات پر مبنی ہے۔'' (مواہب الرحمٰن، ص:3، روحانی خزائن، جلد:19، ص:221)

(چنانچہ اس نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ میں نے جو کچھ کہا، وہ سب کچھ خدا کے امر سے کہا ہے اور اپنی طرف سے کچھ بھی نہیں کہا۔

مرزا قادیانی براہینِ احمدیہ لکھتے وقت اپنے قول کے مطابق ملہَم تھا اور ملہَم اس کے قول کے مطابق غلطی نہیں کرسکتا۔ تو اس کا ''اعجازِ احمدی'' میں کہنا کہ ''میں نے براہینِ احمدیہ میں غلط لکھ دیا تھا۔'' یہ کیسے تسلیم کیا جاسکتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وفاتِ عیسیٰ علیہ السلام کے عقیدہ کی بنیاد مرزا نے قرآن وحدیث پر نہیں، اپنے الہام پر رکھی تھی۔

مرزا قادیانی کی وہ تحریریں بھی نظرانداز نہیں کی جاسکتیں، جن میں حدیثوں اور ہزارہا کتابوں کا نام لے کر حیاتِ مسیح علیہ السلام کو تواتر کے طور پر پیش کرتا نظر آتا ہے۔

مرزا قادیانی کہتا ہے:-

> ''سو واضح ہو کہ اس امر سے دنیا میں کسی کو بھی انکار نہیں کہ احادیث میں مسیح علیہ السلام کی کھلی کھلی پیشن گوئی موجود ہے، بلکہ قریباً تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ احادیث کی رو سے ضرور ایک شخص آنے والا ہے، جس کا نام عیسیٰ بن مریم ہوگا اور یہ پیشن گوئی بخاری، مسلم اور ترمذی وغیرہ کتبِ حدیث میں اس کثرت سے پائی جاتی ہے، جو ایک منصف مزاج کی تسلی کے لیے کافی ہے اور بالضرورت اس قدر مشترک پر ایمان لانا پڑتا ہے کہ ایک مسیح موعود آنے والا ہے۔ اگرچہ یہ سچ ہے کہ اکثر ہر حدیث اپنی ذات میں مرتبۂ آحاد سے زیادہ نہیں۔ مگر اس میں کچھ کلام نہیں کہ جس قدر متفرقہ کی رو سے احادیث نبویہ اس بارہ میں مدون ہوچکی ہیں، ان سب کو یکجائی نظر سے دیکھنے سے بلاشبہ اس قدر قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ ضرور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسیح

موعود کے آنے کی خبر دی ہے اور پھر جب ہم ان احادیث کے ساتھ جو اہلِ سنت والجماعت کے ہاتھ میں ہیں، ان احادیث کو بھی ملاتے ہیں جو دوسرے فرقے اسلام کے مثلاً شیعہ وغیرہ ان پر بھروسہ رکھتے ہیں تو اور بھی اس تواتر کی قوت اور طاقت ثابت ہوتی ہے اور اس کے ساتھ صدہا کتابیں متصوفین کی دیکھی جاتی ہیں تو وہ بھی اس کی شہادت دے رہی ہیں۔ پھر بعد اس کے جب ہم بیرونی طور پر اہل کتاب یعنی نصاریٰ کی کتابیں دیکھتے ہیں، یہ خبر ان سے بھی ملتی ہے.....لیکن یہ خبر مسیح موعود کے آنے کی اس قدر زور کے ساتھ ہر زمانہ میں پھیلی ہوئی معلوم ہوتی ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی جہالت نہیں ہوگی کہ اس کے تواتر سے انکار کیا جائے....میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر اسلام کی وہ کتابیں جن کی رو سے یہ خبر سلسلہ وار شائع ہوتی چلی آئی ہے، صدی وار مرتب کر کے اکھٹی کی جائیں تو ایسی کتابیں ہزار ہا سے کچھ کم نہیں ہوں گی۔ ہاں یہ بات اس آدمی کو سمجھانا مشکل ہے جو اسلامی کتابوں سے بالکل بے خبر ہے۔ درحقیقت ایسے اعتراض کرنے والے اپنی بدقسمتی سے کچھ ایسے بے خبر ہوتے ہیں کہ انہیں یہ بصیرت حاصل ہی نہیں ہوتی کہ فلاں واقعہ کس قوت اور مضبوطی کے ساتھ اپنا ثبوت رکھتا ہے۔''

(شہادت القرآن، ص:2، خزائن، جلد:6، ص:298)

مرزا قادیانی نے اسی کتاب میں اس عقیدہ کی تائید میں یہاں تک لکھ دیا کہ:

''یہ پیش گوئی عقیدہ کے طور پر ابتداء سے مسلمانوں کے رگ و ریشہ میں داخل چلی آتی ہے۔''

گویا جس قدر اس وقت روئے زمین پر مسلمان تھے، اس قدر پیش گوئی کی شہادت موجود تھیں۔ اس میں کوئی شک نہیں اہلِ اسلام کی ہر کتابِ حدیث میں اس مسئلہ پر متواتر احادیث موجود ہیں کہ عیسیٰ بن مریم صاحبِ انجیل لازم نازل ہوں گے۔ اسی طرح اکابر نے ہر تفسیر سے اسی عقیدہ کو نقل کیا۔ صدہا تفاسیر کے حوالہ جات اکھٹے کر دیئے گئے ہیں۔ اسی طرح نزولِ مسیح کی احادیث ''التصریح بما تواتر في نزول المسیحؑ'' کے نام سے مستقل کتاب میں اکھٹی کر دی گئی ہیں،

جس کے بعد اس عقیدہ سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں اور نہ ہی کسی قسم کے اشتباہ کی گنجائش ہے۔ ہاں! منکرین حق ہی اس میں شکوک وشبہات پیش کرتے رہتے ہیں............

''یہ بات پوشیدہ نہیں کہ مسیح ابن مریم کے آنے کی پیش گوئیاں ایک اول درجہ کی پیش گوئی ہے، جس کو سب نے بااتفاق قبول کرلیا ہے اور جس قدر صحاح میں پیش گوئیاں لکھی گئی ہیں کوئی پیش گوئی اس کے ہم پہلو اور ہم وزن ثابت نہیں ہوتی۔ تواتر کا اول درجہ اس کو حاصل ہے۔ انجیل بھی اس کی مصداق ہے۔ اب اس قدر ثبوت پر پانی پھیرنا اور کہنا کہ یہ تمام حدیثیں موضوع ہیں، درحقیقت ان لوگوں کا کام ہے جن کو خدا تعالیٰ نے بصیرتِ دینی اور حق شناسی سے کچھ بھی بخرہ اور حصہ نہیں دیا اور بباعث اس کے کہ ان لوگوں کے دلوں میں قال اللہ اور قال الرسول کی عظمت باقی نہیں رہی، اس لیے جو بات اپنی سمجھ سے بالاتر ہو اس کو محالات اور ممتنعات میں داخل کر لیتے ہیں۔''

(ازالہ اوہام، ص:557، خزائن ج:3، ص:400)

اور آگے لکھتا ہے کہ:

''اور ممکن ہی نہیں کہ خدا کی پیش گوئی میں کچھ تخلف ہو، اس لیے اس آیت ''هو الذي أرسل رسوله'' کی نسبت ان متقدمین کا اتفاق ہے جو ہم سے پہلے گزر چکے ہیں کہ یہ عالمگیر غلبہ مسیح ابن مریم کے وقت میں آئے گا۔''

(چشمۂ معرفت، ص:83، خزائن، ج:23، ص:91)

مندرجہ بالا مرزا قادیانی کے اقتباسات کے پیش نظر یہ بھی ثابت ہوگیا، کہ قرآن کی طرح احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی بالاہتمام آمدِ مسیح علیہ السلام کو بیان کیا فرمایا گیا ہے۔ نیز ابتدا ہی سے تمام امت عام وخواص کا اس پر کلی اتفاق ہے، اور تمام امت اس نظریہ کو ایک عام کی طرح نہیں، بلکہ بطور عقیدہ کے اس حقیقت کو اپنے قلب وجگر میں راسخ اور بسائے ہوئے ہیں، چنانچہ یہ حقیقت مشاہدۃً بھی اور بقول مرزا قادیانی کے بھی کتبِ تفسیر وحدیث شروح حدیث، کتبِ عقائد و تصوف میں برملا اور اہتمام سے مذکور ہے۔

کتبِ شیعہ اور اہلِ کتاب بھی اس نظریۂ حقہ کی مصدق اور مؤید ہیں۔ یہ ہے سچائی، صداقت اور حقیقت جس کا مرزا قادیانی نے واضح ترین اظہار کر کے نظریہ اسلام کی سو فیصد تائید کر دی ہے، لہٰذا ہم صمیم قلب سے مرزا قادیانی کی اس تصدیق و تائید کے مشکور ہیں۔

اور یہ بات بھی ضرور یاد رکھیں! اس ذخیرۂ حدیث میں مذکورہ عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام سے مراد اُن کا کوئی مثیل نہیں، بلکہ وہی فرزندِ مریم بتول اور صاحبِ انجیل عیسیٰ علیہ السلام ہیں جو رسول الیٰ بنی اسرائیل تھے اور مبشر خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے، جیسے کہ سطور بالا سے دوٹوک انداز سے ثابت ہو گیا، بلکہ مرزا قادیانی نے اس تاویل و تحریف کا ہمیشہ کے لیے دروازہ بند کرتے ہوئے ایک ضابطہ یہ طے کر دیا کہ:

''جس بات پر قسم کھائی جائے، یعنی اُسے حلفاً بیان کیا جائے، اس میں کوئی تاویل اور استثناء نہیں چل سکتے۔'' (حمامۃ البشریٰ، ص:14، خزائن، ج:7، ص:192، حاشیہ)

ذکرِ قسم اس بات کی دلیل ہوتی ہے کہ اس خبر اور اطلاع کو ظاہر ہی پر تسلیم کریں گے۔ اس میں تاویل یا استثناء کی کوئی گنجائش نہ ہوگی، ورنہ ذکرِ قسم کا کیا فائدہ تھا؟ یعنی قسم کے ساتھ کوئی خبر، واقعہ یا اطلاع حقیقت پر مبنی ہوتی ہے۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس سے مراد یہ ہے یا وہ ہے۔

اب راقم قارئین کی آسانی کے لیے دربارِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضری کی سعادت حاصل کر رہا ہے، جہاں نزولِ مسیح کی خبر جو صحیح حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مذکور ہے، اور مذکور بھی اصح الکتب بعد کتاب اللہ بخاری شریف میں ہے، صادق و امین نبی معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

1:-''والذي نفسي بيده ليوشكن أن ينزل فيكم ابن مريم .''

(بخاری، ج:1، ص:296، باب قتل الخنزیر 336، باب کسر الصلیب وقتل الخنزیر 490، بابِ نزولِ عیسیٰ بن مریم)

2:-''والذي نفسي بيده لينزلن فيكم ابن مريم.''

(مسلم شریف، ج:1، ص:87، بابِ نزولِ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام)

3:-''والذي نفسي بيده ليهلن ابن مريم بفج الروحاء حاجا أو

معتمرا.'' (مسلم،ج:1،ص:48،باب جواز التمتع فی الحج والقرآن)

4:-''والذي نفسي بيده ليقتلنه ابن مريم بباب لد.''

(مسند حمیدی،ج:2،ص:365،حدیث نمبر:828)

یہ چار احادیث ہیں جن میں اصدق الخلق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسیح علیہ السلام کو حلفاً بیان فرمایا ہے۔گویا اس خبر پر ایک نہیں چار قسمیں کھائی گئی ہیں اور قسم بھی اس ذاتِ اقدس کی ہے، جو بلاقسم بھی تمام مخلوقات سے زیادہ راست باز اور سچے ہیں، لہٰذا اس خبر اور پیش گوئی میں کوئی کیسے کہہ سکتا ہے کہ مسیح علیہ السلام سے مراد اس کا مثیل ہے۔آمد سے مراد یہ ہے، اور رفع یا نزول سے مراد یہ، قتلِ خنزیر اور کسرِ صلیب وغیرہ سے مراد یہ یا وہ ہے۔جب ایک قسم والی خبر میں یہ ایچ پیچ نہیں چل سکتا تو چار قسم کی قسموں والی خبر میں ڈھکوسلے کیسے چل سکیں گے۔لہٰذا از روئے قرآن وحدیث اور اجماعِ امت اور بقول مرزا قادیانی:''اہلِ اسلام کا نظریہ ہے کہ آنے والے وہی مسیح ہیں جو کہ فرزند مریم صدیقہ اور صاحبِ انجیل تھے، دوسرا کوئی فرد ممکن نہیں، ورنہ قسم کھا کر بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی؟'' پھر اُمت کا ہر فرد جو عقیدہ رکھتا ہے، وہ ہر کتاب میں مذکور ہے کہ اُن کی اسی اصلی انداز سے آمد مراد ہے، آج تک کسی ایک فرد نے بھی اس کو تاویل اور مثیلی انداز میں تسلیم نہیں کیا، لہٰذا ہمارا عقیدہ سو فیصد برحق ثابت ہوا اور منکرین، قادیانی، غامدی ودیگر ملحدین کا عقیدہ باطل ہوا۔ہمارے ہر ایک مفسر، محدث، ملہَم، مجدد، متکلم، فقیہ ومجدد، امام وولی تمام کے تمام صراحتاً اس عقیدہ حقہ پر متفق ہیں۔ایک فرد بھی دکھایا نہیں جاسکتا کہ فلاں نے اس کی یہ تاویل کی ہے۔دنیا کا کوئی قادیانی، ایک ہی تحریر پیش کرکے منہ مانگا انعام حاصل کرسکتا ہے۔

آخری فیصلہ اور علت غائی کیا ہے؟ قارئین کی خدمت میں آخر میں پیش کرکے اس طویل عریضے کو ختم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

مرزا قادیانی کہتا ہے کہ:

''ہر ایک چیز اپنی علتِ غائی سے شناخت کی جاتی ہے۔''

(ازالہ اوہام،ص:553،خزائن،ج:3،ص:398)

”میرے آنے کے دو مقصد ہیں: مسلمانوں کے لیے یہ کہ وہ سچے مسلمان ہوں اور عیسائیوں کے لیے کسرِ صلیب ہو، اُن کا مصنوعی خدا نظر نہ آوے، دنیا اُن کو بھول جاوے۔“

(اخبار الحکم، ج:9، نمبر:25، ص:10، مؤرخہ 17 جولائی، 1905ء، ملفوظات، ج:8، ص:148)

”اگر میں نے اسلام کی حمایت میں وہ کام کر دکھایا جو مسیح موعود اور مہدی موعود کو کرنا چاہیے، قیامِ تقویٰ اور کسرِ صلیب و تثلیث تو پھر میں سچا ہوں اور کچھ نہ ہوا اور میں مر گیا تو پھر سب گواہ رہیں کہ میں جھوٹا ہوں، پس اگر مجھ سے کروڑ نشان (دس لاکھ یا ہزار تو کجا رہے) براہین احمدیہ بھی ظاہر ہوں اور علتِ غائی (غرض ومقصد) ظہور میں نہ آوے تو پھر سب گواہ رہیں کہ میں جھوٹا ہوں۔“ (مکتوبات احمدیہ، ج:6، حصہ اول، ص:126)

”پھر سات سال بعد کتاب براہینِ احمدیہ جس میں میرا دعویٰ مسطور ہے تالیف ہو کر شائع کی گئی، جیسا کہ میری کتاب براہینِ احمدیہ کے سرورق پر یہ شعر لکھا ہوا ہے:

از بس کہ یہ مغفرت کا دکھلاتی ہے راہ
تاریخ بھی یا غفور نکلی واہ واہ

(حقیقۃ الوحی، ج:22، ص:208)

قارئین سے درخواست ہے کہ راقم ان تمام تحریروں کو بالکل درست اور صحیح تسلیم کرتا ہے، لہٰذا ان کی روشنی میں ہم دیکھیں گے کہ مرزا قادیانی اس سچے اور مبنی بر حقیقت معیار پر پورا اُترتا ہے یا نہیں؟ سو بات بالکل واضح ہے۔ مشاہدہ ہے کہ نہ تو مسلمان صحیح مسلمان اور متقی بنے، بلکہ مزید بدعملی اور اعتقادی کمزوریوں میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ دوسری بات کسرِ صلیب اور خاتمۂ تثلیث کی اس سے بھی خراب اور بدتر حالت ہے۔ تیسری بات کہ جو کتاب براہینِ احمدیہ مغفرت کا ذریعہ بنی تھی، وہ بھی اُلٹا انکارِ حیاتِ مسیح کر کے جہنم میں جانے کا سبب بنی۔

مرزا قادیانی نے صاف اعلان جاری کرتے ہوئے اپنی علتِ غائی میں بالکل ناکامی، بلکہ اپنے صفر ہونے کو خود اپنی زبان اور قلم سے ظاہر کر دیا ہے:-

”مجھے افسوس ہے کہ میں اس کی راہ میں وہ اطاعت اور تقویٰ کا حق بجا نہیں لا سکا جو میری

مراد تھی اور اس کے دین کی وہ خدمت نہیں کر سکا جو میری تمنا تھی۔ میں اس درد کو ساتھ لے جاؤں گا کہ جو کچھ مجھے کرنا چاہیے تھا میں کر نہیں سکا۔ جب مجھے اپنے نقصانِ حالت کی طرف خیال آتا ہے تو مجھے اقرار کرنا پڑتا ہے کہ میں کیڑا ہوں، نہ آدمی ہوں اور مردہ ہوں، نہ زندہ۔'' (تتمۃ حقیقت الوحی، ص:59، خزائن، ج: 22، ص493)

ان تمام تحریرات کی روشنی میں فیصلہ اور نتیجہ بالکل صاف ہے کہ مرزا قادیانی سال ہا سال اپنی آمد کے جو اغراض و مقاصد پیش کرتے رہے، وہ مشاہدۃً اور بقلم خود پورے نہیں کر سکے۔ نتیجتاً انہی کی سچی بات کے مطابق اگر علتِ غائی ظہور نہ آوے تو کروڑوں نشان بھی مجھ سے ظاہر ہوں تو میں جھوٹا ہوں۔ اب قادیانیوں سے گزارش ہے کہ مرزا قادیانی کی اس ناکامی و نامرادی کے باوجود اس گروہ اور مافیا میں شامل رہنا محض حماقت و جہالت کے سوا کچھ نہیں۔

قادیانیت

حیاتِ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام

مسلمانوں کا 1400 سال سے اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں اور قریبِ قیامت واپس زمین پر تشریف لائیں گے، اور دجال کا خاتمہ کریں گے، یہ عقیدہ قرآن، احادیث اور امت کے اجماع سے ثابت ہے۔

ذیل میں چودہ صدیوں کے چند مشہور مسلمانوں کے نام دیئے جا رہے ہیں، جن کے حیاتِ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے عقیدے کا اظہار کتابوں میں موجود ہے۔

پہلی صدی

1	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	2	حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ
3	حضرت علی رضی اللہ عنہ	4	حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ
5	حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ	6	حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ
7	حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ	8	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
9	حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ	10	حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ

دوسری صدی

1	سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ	2	طاوس بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ
3	حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ	4	محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ
5	محمد بن الحنفیہ رحمۃ اللہ علیہ	6	ابوالعالیہ رحمۃ اللہ علیہ
7	ابورافع رحمۃ اللہ علیہ	8	امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ
9	امام باقر رحمۃ اللہ علیہ	10	امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ

تیسری صدی

1	امام ابوعبید قاسم بن سلام رحمۃ اللہ علیہ	2	امام ابوبکر بن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ
3	امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ	4	امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ
5	امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ	6	امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ
7	امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ	8	امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ

چوتھی صدی

1	امام ابن درید رحمۃ اللہ علیہ	2	امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ
3	امام ابن ابی حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ	4	امام ابوبکر آجری رحمۃ اللہ علیہ
5	امام ابواللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ	6	امام ابن ابی زید القیر وانی رحمۃ اللہ علیہ
7	امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ	8	امام ابوعوانہ رحمۃ اللہ علیہ
9	امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ	10	امام ابوبکر جصاص رازی رحمۃ اللہ علیہ

پانچویں صدی

نمبر	نام	نمبر	نام
1	امام عبدالقاہر بغدادی رحمۃ اللہ علیہ	2	امام ثعلبی رحمۃ اللہ علیہ
3	امام ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ	4	امام ابن حزم ظاہری رحمۃ اللہ علیہ
5	امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ	6	امام ہجویری المعروف بہ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ
7	امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ	8	امام قاضی ابوالولید الباجی رحمۃ اللہ علیہ
9	امام ابو محمد عراقی رحمۃ اللہ علیہ	10	امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ

چھٹی صدی

نمبر	نام	نمبر	نام
1	امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ	2	قاضی ابویعلی رحمۃ اللہ علیہ
3	علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ	4	امام نجم الدین نسفی رحمۃ اللہ علیہ
5	امام ابن الانباری رحمۃ اللہ علیہ	6	ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ
7	امام ابن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ	8	قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ
9	پیران پیر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ	10	امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ

ساتویں صدی

نمبر	نام	نمبر	نام
1	امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ	2	امام ابوالبقاء رحمۃ اللہ علیہ
3	محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ	4	شیخ یاقوت حموی رحمۃ اللہ علیہ
5	امام عزالدین بن عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ	6	حافظ زین الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ
7	امام ابن النجار رحمۃ اللہ علیہ	8	امام ابن الاثیر الجزری رحمۃ اللہ علیہ

9	امام تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ	10	خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ

آٹھویں صدی

1	امام ابوالبرکات نسفی رحمۃ اللہ علیہ	2	امام ابن قدامہ المقدسی رحمۃ اللہ علیہ
3	شیخ عبدالعزیز بخاری رحمۃ اللہ علیہ	4	علامہ خازن علامہ خازن رحمۃ اللہ علیہ
5	حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ	6	شیخ ولی الدین رحمۃ اللہ علیہ
7	علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ	8	امام حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ
9	سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ	10	امام ابوحیان رحمۃ اللہ علیہ

نویں صدی

1	علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ	2	شیخ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ
3	شیخ جلال الدین محلی رحمۃ اللہ علیہ	4	امام ابی رحمۃ اللہ علیہ
5	امام مجدالدین فیروزآبادی رحمۃ اللہ علیہ	6	شیخ عبدالکریم صوفی رحمۃ اللہ علیہ
7	امام ابن امیرالحاج رحمۃ اللہ علیہ		

دسویں صدی

1	شہاب الدین رملی رحمۃ اللہ علیہ	2	علامہ شمس الدین شامی رحمۃ اللہ علیہ
3	شیخ ابن حجر ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ	4	سید عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ
5	شیخ ابوالسعود رحمۃ اللہ علیہ	6	شیخ الاسلام کمال الدین مسامرہ رحمۃ اللہ علیہ
7	علامہ جلال الدین دوانی رحمۃ اللہ علیہ	8	علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ
9	علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ		

گیارہویں صدی

1	علامہ خفاجی رحمۃ اللہ علیہ	2	مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ
3	شیخ علی دده صوفی رحمۃ اللہ علیہ	4	شیخ ابوالمنتہی رحمۃ اللہ علیہ
5	شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	6	شاہ نورالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
7	ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ	8	علامہ خلخالی رحمۃ اللہ علیہ
9	علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ	10	علامہ ابوالبقا رحمۃ اللہ علیہ

بارہویں صدی

1	شیخ اسماعیل رومی رحمۃ اللہ علیہ	2	علامہ محمد مہدی الفاسی رحمۃ اللہ علیہ
3	ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ	4	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
5	علامہ سفارینی رحمۃ اللہ علیہ	6	شیخ محمد اکرم صابری رحمۃ اللہ علیہ
7	شیخ احمد الدردیر رحمۃ اللہ علیہ	8	سید محمد مرتضی زبیدی رحمۃ اللہ علیہ

تیرھویں صدی

1	شیخ احمد سلاوی رحمۃ اللہ علیہ	2	شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ
3	نواب قطب الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	4	شیخ حسن شطی رحمۃ اللہ علیہ
5	علامہ محمد بن محمد الامیر رحمۃ اللہ علیہ	6	مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ

چودھویں صدی

1	حسنین محمد مخلوف رحمۃ اللہ علیہ	2	علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ
3	شیخ زاہد الکوثری رحمۃ اللہ علیہ	4	پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ

5	مولانا احمد رضا خان بریلوی	6	مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ
7	مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ	8	مولانا محمد حسین بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ
9	سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ	10	مولانا بدر عالم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ

قادیانیوں کو تا قیامت چیلنج

میرا قادیانیوں کو تا قیامت چیلنج ہے کہ وہ اس طرح ۱۴ صدیوں کے علماء کی لسٹ ہمیں دیں، جو حیاتِ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے منکر تھے۔ قادیانی قیامت تک ایسی لسٹ پیش نہیں کر سکتے۔

مرزا قادیانی کا دجل اس کی کتابوں سے

قیامت کے دن خصوصیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے جب یہ سوال فرمائیں گے۔

''وَاِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ءَ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰھَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ قَالَ سُبْحٰنَکَ مَا یَکُوْنُ لِیْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَیْسَ لِیْ بِحَقٍّ اِنْ کُنْتُ قُلْتُہٗ فَقَدْ عَلِمْتَہٗ تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِکَ اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ مَا قُلْتُ لَھُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِیْ بِہٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰہَ رَبِّیْ وَرَبَّکُمْ .'' (سورۃ المائدۃ،آیت:116-117)

''اور جب کہے گا اللہ اے عیسیٰ مریم کے بیٹے کیا تو نے کہا لوگوں کو کہ ٹھہرا لو مجھ کو اور میری ماں کو دو معبود سوائے اللہ کے، کہا تو پاک ہے مجھ کو لائق نہیں کہ کہوں ایسی بات جس کا مجھ کو حق نہیں اگر میں نے یہ کہا ہوگا تو تجھ کو ضرور معلوم ہوگا تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے جی میں ہے۔ بے شک تو ہی جانے والا چھپی باتوں کا میں نے کچھ نہیں کہا انکو مگر جو تو نے حکم کیا کہ بندگی کرو اللہ کی جو رب ہے میرا اور تمہارا۔''

اس مضمون سے معلوم ہوا کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور اُن کی والدہ کو عیسائیوں نے آلہ بنایا ہے، مگر ان کے تفصیلی حالات کا علم سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو نہیں، یہی وجہ ہے کہ قیامت کے دن

فرمائیں گے:-

''وَکُنْتُ عَلَیْھِمْ شَھِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْھِمْ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْھِمْ وَ اَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَھِیْدٌ .''

یعنی''جب تک میں ان میں تھا تو میں ان کے اعمال کو دیکھتا رہا۔''

''کنت أشھد علٰی أعمالھم حین کنت بین أظھرھم.''

(ابن کثیر، جلد:۲،ص:۱۲۰)

''مگر جب تم نے مجھے آسمان پر اُٹھالیا تو بعد کے حالات کی خبر مجھے نہیں کہ وہ کیا کرتے اور کیا کرتے رہے، تو ہی ہر چیز سے خبر رکھنے والا ہے۔''

اب یہ معلوم کرنے کے لیے کہ یہ پرسش وگزارش، یہ سوال وجواب زمانۂ ماضی کا ایک قصہ نہیں، بلکہ یومِ جزاء کے وقوعی امر کا اِخبار ہے۔

جیسا کہ حضرات انبیاء علیہم السلام سے جب ان کی امتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ انہوں نے تم کو کیا جواب دیا؟ تو وہ سب ایک ہی بات کہیں گے:''لَا عِلْمَ لَنَا .''

ارشادِ خداوندی ہے:-

''یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰہُ الرُّسُلَ فَیَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا اِنَّکَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ.''

(المائدۃ:۱۰۹)

''جس دن اللہ تعالیٰ تمام پیغمبروں کو جمع فرمائیں گے، بس فرمائیں گے: تم کیا جواب دیئے گئے تھے؟ عرض کریں گے: ہمیں علم نہیں، بے شک تو ہی غیبوں کو جاننے والا ہے۔''

اس آیت سے ہرگز یہ نہیں معلوم ہوتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اپنی عوام کی حالت سے لاعلمی کو ان کی وفات پر مرتب کرلیا جائے، لہٰذا قادیانیوں کا اس آیتِ کریمہ سے عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر استدلال بالکل باطل ہے۔

اور پھر اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کرلیا جائے، کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے سامنے اپنی

امت کی حالت سے لاعلمی کا اظہار کیا، یا قیامت کے دن کریں گے تو اس سے یہ کہاں لازم آتا ہے، کہ ان کی وفات ہی ہوگی اور آئندہ وہ دنیا میں تشریف نہ لائیں گے؟! کیا یہ نہیں ہوسکتا کہ انہیں اپنی قوم کی ساری حالتیں آسمان پر یا بزعمِ مرزا قبر میں معلوم ہوتی رہتی ہوں، تو پھر یہ عدم علم کہاں رہا؟! عجیب بات ہے کہ خود مرزا نے متعدد مقامات پر یہ تحریر کیا ہے کہ عیسائیوں کی حالت کی خبر آسمانوں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دے دی گئی ہے۔

جب تک مرزا قادیانی کا دجل اس کی کتابوں سے نہ بتایا جائے، اس کے پیروکاروں کو سکون نہیں ملتا۔ لیجئے! کچھ حوالہ جات پیش خدمت ہیں، جس میں کہتا ہے کہ:

''انجیل پر ابھی 30 برس نہیں گزرے کہ بجائے خدا کی پرستش کے ایک عاجز کی پرستش نے جگہ لے لی، (یعنی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام خدا بنا لیے گئے)۔'' (چشمۂ معرفت، ص:254)

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ بگاڑ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں ہی ہوگیا تھا، کیونکہ مرزا لکھتا ہے:

''واقعۂ صلیب اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیش آیا تھا، جبکہ آپ کی عمر صرف 33 برس اور 6 ماہ تھی۔''

اور یہ بات قطعی ہے کہ واقعۂ صلیب سے پہلے انجیل کا نزول ہوا تھا اور یہ بھی مرزا کے قول سے ثابت ہے، کہ ان کے بقول وہ 120 برس زندہ رہے۔ مذکورہ دونوں عبارتوں کے ملانے سے جب عیسیٰ علیہ السلام 63 برس کے تھے تو عیسائی بگڑ گئے اور 57 برس کی حیات تک بگڑے رہے۔

یہ بھی تو ذرا بتا دیں قرآن کی کس آیت سے عیسائی اُمت کے بگڑنے کی بات ثابت ہے؟

مرزا قادیانی ایک مقام پر اور لکھتا ہے کہ:

''میرے پر یہ کشفاً ظاہر کیا گیا کہ یہ زہرناک ہوا جو عیسائی قوم میں پھیل گئی ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس کی خبر دی گئی۔'' (آئینۂ کمالات اسلام، ص:254، خزائن، ج:5)

کہتا ہے کہ:

''خدائے تعالیٰ نے اس عیسائی فتنہ کے وقت میں یہ فتنہ حضرت مسیح علیہ السلام کو دکھایا گیا،

یعنی اس کو آسمان پر اس فتنہ کی اطلاع دی گئی۔'' (آئینہ کمالات اسلام،ص:268،خزائن،ج:5)

لہٰذا اس علم کے بعد قیامت کے دن لاعلمی کے اظہار کا جو جواب مرزائی دیں گے، وہی ہمارا جواب ہوگا، جواب کی ذمہ داری اب ہماری نہیں رہی، بلکہ ان کی اپنی ہوگئی ہے۔ مرزا قادیانی کو تھوڑی بھی شرم نہیں آئی اور حوالہ پہ حوالہ دیئے جارہا ہے، کشف پہ کشف ذکر رہا ہے۔ مرزا قادیانی کے نزدیک خلافِ قرآن وحدیث کسی کا بھی کشف قابلِ حجت نہیں ہے۔

(ازالہ اوہام،ص:567،خزائن،ج:3،ص:405)

بات دراصل یہ ہے کہ یہ کشف ذکر کرنے سے قبل ہی بھول گئے تھے، کہ کشف تو ذکر کر رہا ہوں، لیکن یہ کشف میرے کام کا نہیں، بلکہ اُلٹا مجھ پر ہی پڑے گا۔ مرزا قادیانی کا کشف ہمارا مخالف نہیں، بلکہ ہمارے بیان کے ساتھ جمع ہورہا ہے، یعنی مسیح علیہ السلام کو قبل از نزول آسمان پر اس کی خبر دی گئی، اور بعد از نزول بموجبِ آیات قیامت سے پہلے اُمت کے بگڑنے کا پتہ ہے۔ یہ ساری تحریریں مرزا قادیانی کے جھوٹ اور اُس کی لاعلمیت کے اظہار کا واضح ثبوت ہیں۔

دیکھیے تو سہی! ذرا قرآن قرآن کا نعرہ بلند کرنے والے اگر اپنے گرو کی باتوں کو تھوڑا بھی پڑھ لیتے تو قبولیتِ اسلام میں دقیقہ فروگزاشت نہ کرتے۔

ہم ذرا پوچھنے کی اجازت چاہتے ہیں کہ قرآن کی کونسی آیت ہے، جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم کے بگڑنے کا ذکر موجود ہے، ہمیں بھی اس کی نشان دہی کروادیں۔ مرزا قادیانی کے پیروکاروں کے نزدیک عیسائی بعدِ ''توفّی'' مسیح کے بگڑنے اور واقعۂ صلیب کے بعد آپ کے کشمیر چلے جانے کا ایک انوکھا مذہب اور عقیدہ بھی انہیں کا ہے۔ (تذکرۃ الشہادتین،ص:27،خزائن،ج:20،ص:29)

مذکورہ بالا تحریروں سے بغیر کسی تاویل ثابت ہے کہ ہجرتِ کشمیر کے بعد فوراً تثلیث پھیل گئی تھی اور نتیجہ بھی واضح ہے کہ ''توفّی'' کے معنی موت نہیں۔

قادیانی اور معراج شریف

مرزا قادیانی کہتا ہے کہ:

''وہ اعلیٰ درجہ کا کشف تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں معلوم ہوا کہ وہ آسمانوں پر گئے ہیں۔'' (ازالہ اوہام، ص:47، خزائن، جلد:3، صفحہ:126)

مرزائی...... حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معراج کا انکار کرتے ہوئے کہتے ہیں، کہ جسمِ خاکی آسمانوں پر کیسے جاسکتا ہے؟ جب جسمِ خاکی آسمانوں پر نہیں جاسکتا، تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس جسدِ خاکی کے ساتھ معراج پر کیسے گئے؟ لہٰذا معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج نہیں ہوا۔ قادیانی معراج کا انکار اس لیے کرتے ہیں، کہیں آسمانوں پر آنا اور جانا ثابت ہوگیا تو ہمارے لیے مشکل ہوجائے گا، اس لیے معراج کے سفر کو خواب بنادیتے ہیں۔

جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج سے واپس تشریف لائے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں بیت المقدس گیا ہوں، آسمانوں پر جاکر آیا ہوں، تو مشرکین نے کہا کہ: آسمان تو ہم نے نہیں دیکھا، مگر بیت المقدس دیکھا ہوا ہے، آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بتائیں کہ بیت المقدس کی نشانیاں کیا کیا ہیں؟ معراجِ نبوی اگر خواب ہوتا تو مشرکینِ مکہ کو سوال و اعتراض کرنے کی ضرورت کیوں پیش آتی؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: میں جب گیا تھا تو نشانیاں اور علامتیں گن کے نہیں آیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ: مجھے کسی سوال سے اتنی تکلیف نہیں ہوئی جتنی اس سوال سے ہوئی۔ روایت میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

پیشانی پر ہاتھ رکھا، آنکھیں بند کیں، اللہ تعالیٰ نے نے کائنات کے سب دروازے کھول دیئے، اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم ہوا کہ آنکھیں اُٹھائیں، نظر اُٹھانا آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا کام ہے، پردے ہٹا کر بیت المقدس آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سامنے کر دینا ہمارا کام ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا اور کہا: سوال کرو، میں جواب دیتا ہوں۔ مشرکین سوال کرتے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جواب عنایت فرماتے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ واقعہ اگر خواب تھا تو مشرکین کو اعتراض کرنے کی کیا وجہ تھی؟

معراج کی رات اللہ تعالیٰ نے جن جن لوگوں کو نبی بنایا تھا اور جن جن حضرات کو اللہ تعالیٰ نے نبوت کے منصب سے سرفراز فرمایا تھا، حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک اُن سب نے اس رات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ حدیث میں آتا ہے کہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: جس وقت میں اور انبیاء علیہم السلام نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تو ہر ایک نبی کو دعوت دی گئی کہ وہ خطبہ ارشاد فرمائیں، تو حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی تعریف کی اور ارشاد فرمایا: اس رب کا شکر یہ کس طرح ادا کریں کہ جس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میری اولاد میں پیدا فرمایا، پھر اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی یہی ارشاد فرمایا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج پر جب تشریف لے گئے، ایک وقت آ گیا کہ فرشتوں اور آسمان والوں کے امام حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہہ دیا کہ: یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اب آگے آپ خود تشریف لے جایئے!

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ: اے جبرئیل اوپر تو چلو، اب رفاقت کیوں چھوڑ رہے ہو؟ انہوں نے کہا: آقا! اگر ایک بال برابر اوپر جاؤں گا تو اللہ تعالیٰ کی تجلی میرے پروں کو جلا دے گی، یہ تو آپ ہی کا حوصلہ ہے کہ آپ آگے چل سکیں، جبرئیل کا کام یہاں تک ہی ہے، نورانیوں کی پرواز ختم، آگے سید البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی جا سکتے ہیں۔

معراج کی رات سارے انبیا علیہم السلام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امامت میں نماز پڑھ

کر فارغ ہوئے، اس کے بعد تمام انبیاء علیہم السلام کا خطاب ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: سب سے اخیر میں میرا وعظ ہوا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ہم انبیاء علیہم السلام کے مابین قیامت کا تذکرہ چل پڑا، تو پوچھا گیا: قیامت کب آئے گی؟ تو ہر ایک نے کہا کہ: ہمیں اس کا علم نہیں، اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں کہ قیامت کب آئے گی!۔

جس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی باری آئی تو انہوں نے فرمایا: قیامت کا صحیح علم تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے، لیکن میں اتنی بات جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ کیا ہوا ہے، کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک مجھے دنیا میں دوسری مرتبہ نہ بھیجا جائے۔

مرزا قادیانی کی زندگی کی تعلیمات صرف اور صرف جھوٹ، غلیظ گالیاں اور توہین انبیاء کرام علیہم السلام پر ہی ہے، مرزا قادیانی کی کوئی ایک بات بھی سیدھی ہو یہ ہو نہیں سکتا۔ مرزا قادیانی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کا حلیہ بگاڑنے کا کام ساری زندگی کرتا رہا۔ بقول مرزا کے ''نبوت حاصل کرنے میں تابعداری شرط ہے۔'' تب بھی مرزا قادیانی نبی نہیں بن سکتا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ''مجھے جسمانی معراج ہوئی ہے۔'' مرزا قادیانی کہتا ہے: نہیں، یہ ہو نہیں سکتا۔ بلکہ ایک قدم آگے بڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کرتا ہے، مرزا غلام احمد قادیانی لکھتا ہے:

> ''معراج (آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو) جس وجود سے ہوا تھا، وہ یہ گِگنے موتنے والا وجود تو ہرگز نہیں تھا۔'' (ملفوظاتِ احمدیہ، ج:9، ص:459)

استغفر اللہ.... استغفر اللہ.... استغفر اللہ۔

کوئی قادیانیوں سے پوچھے، کیا تم نے اپنے ماں یا باپ کے لیے ایسی بدترین زبان کا استعمال کیا ہے کبھی؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معاذ اللہ لاعلم ثابت کرنے کا مرزائی ہتھکنڈہ

مرزا قادیانی کے پیرکاروں کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق قرآنی آیات پر اعتراض یا سوال اُٹھانا، اس سے ان کا صرف اور صرف ایک ہی مقصد ہے، وہ یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کسی بھی طریقہ سے مارنا اور مرزا قادیانی کو ان کے مسند اور مرتبہ پر براجمان کرنا چاہتے ہیں۔

یہاں ایک بات ضرور بتا تا چلوں کہ: یہاں قول کی نفی کی گئی ہے، علم کی نہیں۔ قادیانیوں کا یہ کہنا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے علم کا سوال ہوگا، اور وہ لاعلمی کا اظہار کریں گے، یہ سب جھوٹ اور کھلا دجل ہے، قرآن پر کیسی دیدہ دلیری سے جھوٹ باندھ رہے ہیں، قارئین سوچ بھی نہیں سکتے، اور انتہائی افسوس یہ کہ ہمارے بعض نادان بھائی ان کے جھوٹ پر گرفت کرنے کے بجائے اُلٹا اُن کے جھوٹ کو سچ مان کر اس سے متاثر ہوجاتے ہیں۔

کیا باقی انبیاء علیہم السلام پر جو سختیاں گزری ہیں، ان کا ذکر قرآن کی آیات میں واضح طور پر موجود ہے، مثال کے طور پر حضرت لوط علیہ السلام کی قوم نے جتنی بدکاریاں کی ہیں، پھر ان پر پتھروں کا عذاب ہوا، حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم پر عذاب آیا، حضرت صالح علیہ السلام کی قوم پر آیا، سورۂ ہود، سورۂ عنکبوت میں اللہ تعالیٰ کے ارشادات موجود ہیں، اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کے سامنے فرعون غرق ہوا، کتنی تکلیفیں ہوئیں، لیکن وہاں سب ہی ''لَا عِلْمَ لَنَا'' کا جواب عنایت فرمائیں گے۔

تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر جو حالات آئے ہیں، اب سوال یہ ہے کہ کیا یہ حالات نہیں گزرے ان پر؟ وہاں وہ کیوں کہیں گے: ''لَا عِلْمَ لَنَا''؟

قادیانیوں نے معاذ اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی لاعلمی ثابت کرنے کے لیے بات کا بتنگڑ بنایا۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام علیہم السلام پر بھی سوال بنتا ہے پہلے! وہ کیوں ''لَا عِلْمَ لَنَا'' کہیں گے؟ کیا وہ دنیا میں سرے سے مبعوث ہی نہیں ہوئے تھے کیا؟

قادیانی پہلے باقی انبیاء کرام علیہم السلام سے متعلق جواب دیں، پھر ہم عیسیٰ علیہ السلام کا جواب بھی دے دیں گے اور جو وہ تمام انبیاء علیہم السلام سے متعلق جواب دیں گے، ہماری طرف سے عیسیٰ علیہ السلام کے لیے بھی وہی جواب تصور کر لیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قبل از قیامت نازل ہونے کی خبر کس نے دی ہے؟

ہمارے ہاں قادیانی مسائل پر کی گئی پاکستان و ہندوستان کے جید علماء کرام کی تحقیقات اور دوسرے مذاہب کے مسئلہ پر کی گئی تحقیقات سب سے زیادہ ہیں، ہزاروں علماء کرام نے جانی و مالی قربانیوں کے ساتھ ساتھ قادیانی دلائل اور شبہات کے معقولی و منقولی انداز میں جوابات دے کر اپنے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کا انتظام کیا، ختم نبوت کے متعلق ایک ایک بات کو پرکھا، تولا گیا، اس پر ہر رخ سے دلائل دیے گئے۔ ہزاروں صفحات کی سینکڑوں کتابیں موجود ہیں۔ مرزا قادیانی چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات و نزول کا منکر ہی نہیں تھا، بلکہ اسی کے فتویٰ کے مطابق قرآن کی تحریف کرنے والا ملحد کافر ہوتا ہے۔ مرزا قادیانی خود ہی قرآن کی تحریف کر کے ملحد اور کافر ٹھہرا، اس لیے اس مسئلہ پر بھی پہلے سے کافی تحقیق موجود ہے، جس سے یہ واضح ہے کہ ''عقیدۂ حیات و نزولِ مسیح'' کا منکر نا صرف قرآنی دلائل کو جھٹلاتا ہے، بلکہ متواتر احادیث کا بھی انکار کرتا ہے۔ ایک مسلمان کو سو بار یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی عقیدہ کے بارے میں پوری طرح یہ اطمینان کر لے کہ آیا یہ عقیدہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور سے چلا آتا ہے؟ یا خیر القرون کے بعد کی پیداوار ہے؟ لیکن جب اطمینان ہو جائے کہ فلاں عقیدہ خیر القرون سے متواتر چلا آتا ہے، تو اس کے بعد کسی مسلمان کو اس پر اعتراض کرنے یا اس سے انحراف کرنے کا حق نہیں، جس شخص کو اسلام کے

کسی متواتر عقیدہ پر نکتہ چینی کا شوق ہو تو اس کو چاہیے کہ مسلمانوں کی صف سے خود ہی نکل کر غیر مسلموں کی صف میں بڑے شوق چلا جائے، اس کے بعد خوشی سے اسلام کے متواترات و مسلمات کو ہدفِ اعتراض بناتا پھرے، تاکہ مسلمانوں کو اشتباہ نہ ہو۔قرآن وحدیث کی روشنی میں علمائے اسلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمانوں پر زندہ ہونے اور دوبارہ تشریف لانے کے منکر کو کافر قرار دیا، اس کے لیے عرب کے بڑے بڑے علماء کرام سے بھی رائے لی گئی، اور شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ جیسے عرب شیوخ نے بھی اس فتویٰ کی تائید کی۔ایک طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام معراج شریف کی محفل میں اولین وآخرین کے اجتماع سے خطاب فرمارہے ہیں، کہ رب تعالیٰ کا مجھ سے وعدہ ہے کہ مجھے جب تک دنیا میں دبارہ نہیں بھیجے گا قیامت نہیں آئے گی، تمام انبیاء کرام علیہم السلام بالاجماع اس کو تسلیم کررہے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم تک یہ بات پہنچارہے ہیں، یہ عقیدۂ خداوندی ہے، کیونکہ اس خبر میں کوئی ایک نبی بھی باہر نہیں، سب پر یہ بات عیاں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دنیا میں دوبارہ تشریف لے جانا ہے، اور خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر مہر ثبت فرمارہے ہیں، اور قادیانیوں کے علاوہ دنیا میں یہودیوں کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مقتول ومصلوب ہوکر دفن ہوگئے اور پھر زندہ نہیں ہوئے، اوران کے اس خیال کی حقیقت قرآن کریم نے سورۂ نساء میں واضح کردی ہے، اور قرآن کریم کی اسی سورت کی ایک آیت: ''ومکروا ومکر اللّٰہ'' میں بھی اس کی طرف اشارہ کردیا گیا ہے، کہ حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دشمنوں کے کید اور تدبیر کو خود انہی کی طرف لوٹادیا، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اُٹھالیا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

''وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ.'' (النساء:۱۵۷)

اور نصاریٰ کا کہنا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مقتول ومصلوب تو ہوگئے، مگر پھر دوبارہ زندہ کرکے آسمان پر اُٹھالیے گئے۔مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے اُن کے اس غلط خیال کی تردید فرمادی، اور بتلادیا کہ جیسے یہودی خوشیاں منارہے تھے کہ ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کردیا، اور یہ دھوکہ عیسائیوں کو بھی لگ گیا کہ عیسیٰ علیہ السلام مصلوب کردیئے گئے۔ان دونوں گروہوں کے بالمقابل

اسلام کا عقیدہ وہ ہے جو اس آیت اور دوسری کئی آیتوں میں وضاحت سے بیان ہوا ہے کہ:

''اللہ تعالیٰ نے ان کو یہودیوں کے ہاتھ سے نجات دینے کے لیے آسمان پر زندہ اُٹھالیا، نہ ان کو قتل کیا جاسکا، نہ سولی پر چڑھایا جاسکا، وہ زندہ آسمان پر موجود ہیں اور قربِ قیامت میں آسمان سے نازل ہوکر مسلمانوں کو فتح یاب فرمائیں گے۔''

اسی عقیدہ پر تمام اُمتِ مسلمہ کا اجماع و اتفاق ہے۔ حافظ ابنِ حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ''تلخیص الحبیر'' میں یہ اجماع نقل کیا ہے۔ قرآن مجید کی متعدد آیات اور حدیث کی متواتر روایات سے یہ عقیدہ اور اس پر اجماعِ امت سے ثابت کیا ہے۔ آج اس کی تفصیل کا موقع نہیں ہے، کیونکہ علماء امت نے اس مسئلہ کو مستقل کتابوں اور رسالوں میں پوری وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے، اور منکرین کے جوابات بھی تفصیل سے دیئے ہیں۔ حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف بزبان عربی ''عقيدة الإسلام في حياة عيسىٰ عليه السلام''، حضرت مولانا بدرِ عالم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اردو تصنیف ''حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام''، مولانا محمد ادریس صاحب کی ''حیاتِ مسیح علیہ السلام'' اور بھی سینکڑوں چھوٹے بڑے رسائل اس پر مطبوع و مشتہر ہو چکے ہیں۔ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سو سے زائد احادیث جن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ اُٹھایا جانا اور پھر قربِ قیامت میں نازل ہونا بتواتر ثابت ہوتا ہے، ایک مستقل کتاب ''التصريح بما تواتر في نزول المسيح'' میں جمع فرمادیا ہے، اور حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے ''وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِلسَّاعَةِ'' کی تفسیر میں لکھا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث اس بابت میں متواتر ہیں، کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قبلِ قیامت نازل ہونے کی خبر دی ہے۔

یہاں ایک بات غور طلب ہے، جس پر نظر کرنے سے عقل و انصاف بھی تقاضا کرتے ہیں، کہ اس مسئلہ میں کسی قسم کی گنجائش نہیں رہتی، وہ یہ ہے کہ سورۂ آلِ عمران کے چوتھے رکوع میں رب تعالیٰ نے انبیاء سابقین علیہم السلام کا ذکر فرمایا تو حضرت آدم علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام، آلِ ابراہیم علیہ السلام، آلِ عمرانؑ، سب کا ذکر ایک ہی آیت میں اجمالاً کرنے پر اکتفاء فرمایا، اس کے بعد

تقریباً تین رکوع اور بائیس آیتوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے خاندان کا ذکر اس بسط وتفصیل کے ساتھ کیا گیا کہ خود خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن پر قرآن نازل ہوا، ان کا ذکر بھی اتنی تفصیل سے نہیں آیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نانی کا ذکر، ان کی نذر کا بیان، والدہ کی پیدائش، ان کا نام، ان کی تربیت کا تفصیلی ذکر، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بطنِ مادر میں آنا، پھر ولادت کا مفصل حال، ولادت کے بعد ماں نے کیا کھایا پیا اس کا ذکر، اپنے خاندان میں بچے کو لے کر جانے کا ذکر، ان کے طعنے، اولِ ولادت میں ان کو بطورِ معجزہ گویائی عطاء ہونا، پھر جوان ہونا اور قوم کو دعوت دینا، ان کی مخالفت، حواریوں کی مدد، یہودیوں کا نرغہ، اُن کا آسمان پر اُٹھایا جانا، احادیثِ متواترہ میں ان کی مزید صفات، شکل وصورت، ہیئت، لباس کی پوری تفصیلات بیان ہوئے ہیں۔ یہ ایسے حالات ہیں کہ پورے قرآن وحدیث میں کسی نبی ورسول کے حالات اس تفصیل سے بیان نہیں کیے گئے، یہ بات ہر انسان کو دعوتِ فکر دیتی ہے کہ اس کی کیا حکمت ہے؟

ذرا بھی غور کیا جائے تو بات صاف ہو جاتی ہے کہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ آخری نبی ورسول ہیں، کوئی دوسرا نیا نبی آپ کے بعد آنے والا نہیں، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی تعلیمات میں اس کا بڑا اہتمام فرمایا کہ قیامت تک جو مراحل امت کو پیش آنے والے ہیں، ان کے متعلق ہدایات دے دیں، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک طرف تو اس کا اہتمام فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد قابلِ اتباع کون لوگ ہوں گے، ان کا تذکرہ اُصولی طور پر عام اوصاف کے ساتھ بھی بیان فرمایا، بہت سے حضرات کے نام متعین کر کے بھی اُمت کو ان کے اتباع کی تاکید فرمائی، اس کے بالمقابل اُن گمراہ لوگوں کا بھی پتہ دیا جن سے امت کے دین کو خطرہ تھا، بعد کے آنے والے گمراہوں میں سب سے بڑا شخص مسیح دجال ہے، جس کا فتنہ سخت گمراہ کن ہوگا، اس کے اتنے حالات وصفات بیان فرمادیئے کہ اس کے آنے کے وقت اُمت کو اس کے گمراہ ہونے میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہ رہے، اسی طرح بعد کے آنے والے مصلحین اور قابلِ اقتداء بزرگوں میں سے سب سے زیادہ بڑے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں، جن کو حق تعالیٰ نے نبوت ورسالت سے نوازا، اور فتنۂ دجال میں اُمتِ مسلمہ کی امداد کے لیے ان کو آسمان میں زندہ رکھا، اور

قریبِ قیامت میں ان کو قتلِ دجال کے لیے مامور فرمایا، اس لیے ضرورت تھی کہ ان کے حالات و صفات بھی اُمت کے لیے ایسے واشگاف الفاظ میں بتلائے جائیں، جن کے بعد نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کے وقت کسی انسان کو ان کے پہچاننے میں کوئی شک وشبہ نہ رہے۔ اس میں بہت سے حکم ومصالح ہیں، اول یہ کہ اگر امت کو پہچاننے ہی میں اشکال پیش آئے تو ان کے نزول کا مقصد ہی فوت ہو جائے گا، اُمتِ مسلمہ میں کیسے جوڑ پیدا فرمائیں گے، اور وہ اُمت کی امداد ونصرت کس طرح فرمائیں گے۔ دوسرے یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اگر چہ فرائضِ نبوت ورسالت پر مامور ہو کر دنیا میں نہ آئیں گے، بلکہ اُمتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قیادت وامامت کے لیے بحیثیت خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائیں گے، مگر ذاتی طور پر جو اُن کو منصبِ نبوت ورسالت حاصل ہے، اس سے معزول بھی نہ ہوں گے، بلکہ اس وقت ان کی مثال اس گورنر کی سی ہوگی جو اپنے صوبہ کا گورنر ہے، مگر کسی ضرورت سے دوسرے صوبہ میں چلا گیا ہے، تو وہ اگر چہ صوبے میں گورنر کی حیثیت سے نہیں، مگر اپنے عہدۂ گورنری سے معزول بھی نہیں، جس طرح ان کی نبوت کا انکار پہلے بھی کفر تھا تو اس وقت بھی کفر ہوگا۔ تیسرے یہ کہ نزول کا واقعہ تو دنیا کی آخری عمر میں پیش آئے گا، اگر ان کی علامات مبہم ہوتیں تو بہت ممکن ہے کہ کوئی دوسرا آدمی دعویٰ کر بیٹھے کہ میں مسیح عیسیٰ ابن مریم ہوں، لہٰذا ان علامات کے ذریعہ اس کی واضح تر دید کی جا سکے۔ اس مقام پر تھوڑی بہت اور بھی وضاحت کر دی جائے تو بہتر ہوگا، کہ عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر جانے سے چند لمحہ پہلے کا حال کیا تھا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اُٹھانا چاہا تو وہ ان بارہ حواریوں کے پاس تشریف لے گئے، جو وہاں گھر پے موجود تھے، آپ چشمے سے غسل فرما کر نکلے تو سر سے پانی کے قطرے بھی ٹپک رہے تھے، مخبر نے ان یہودیوں کو اطلاع کر دی جو آپ علیہ السلام کو پکڑنے کا ارادہ کر رہے تھے، انہوں نے مکان کا محاصرہ کر لیا اور اسی مکان کے احاطہ میں ہی وہ چشمہ تھا، جس میں آپ نے غسل فرمایا، گویا کہ سفر کی تیاری ہو رہی تھی، آپ علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے ارشاد فرمایا کہ: تم میں سے کون ہے جو میری جگہ قتل کیا جائے؟ ''وكان معي في الجنة'' اور میرے ساتھ جنت میں ہو، ان میں سے جو سب سے چھوٹا اور نوعمر تھا، وہ کھڑا ہوا اور کہنے لگا: ''أنا!'' (یعنی)

میں (تیار ہوں) آپؑ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ! پھر فرمایا: تم میں سے کون تیار ہے؟ پھر یہی نوجوان کھڑا ہوا، تب بھی آپؑ نے ارشاد فرمایا: بیٹھ جاؤ۔ تیسری بار پھر یہی ہوا تو پھر عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ: تم ہی ہو۔ بعد ازاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اسی مکان کے روشندان سے حضرت جبرئیل علیہ السلام آسمان پر لے گئے، اور اس نوجوان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شباہت ڈال دی گئی، جس نوجوان پر شباہت ڈالی گئی تھی وہ یہودا اسقروطی کہلاتے ہیں، اور مسیحی کتب میں اس کو اسخر یوطی بھی کہتے ہیں، عام طور پر عیسائی و یہودی اور مسلمان بھی جب اس یہودی حواری کا نام سنتے ہیں تو اس سے نفرت کرتے ہیں اور کہتے ہیں: اس نے پتہ دیا تھا، اس لیے وہ غلط آدمی تھا، بات دراصل یہ ہے کہ بائبل کی میں ایک اسرائیلی روایت ہے کہ جب یہ سب حواری جمع تھے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس یہودا کو فرمایا: جاؤ، تم اپنا کام کرو! یہ گیا اور یہودیوں کے بڑوں کو یہ کہہ کر لایا کہ آؤ! میں تمہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پتہ بتاتا ہوں! بتاؤ کیا انعام دوگے؟ وہ کہنے لگے جتنا بھی ہو۔ وہ ان کو بلا کر لے آیا، اتنے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام جا چکے تھے، تو اسی کے اوپر شباہت ڈال دی گئی، اور اس کو پکڑ کر سولی دے دی گئی۔ یہ بہت بڑی غلط فہمی ہے جو زبان زدِ عام ہے، اور اصل حقیقت یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نوجوان اور مخلص ساتھی کو صلیب پر لٹکایا گیا، یہ صحیح واقعہ ہے، اسی پر قرآن کہتا ہے:

''وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ.'' (النساء:۱۵۷)

یعنی اُن کو اشتباہ ہوگیا تھا، وہ عیسیٰ نہیں تھا، ان کے درمیان خود اختلاف ہوگیا کہ اگر یہ عیسیٰ ہے، تو ہمارا ساتھی کہاں ہے؟ اور اگر یہ ہمارا ساتھی ہے تو عیسیٰ کہاں ہے؟ پھر یہ کہ اس کا چہرا تو عیسیٰ علیہ السلام کا بن گیا، مگر پورا وجود ان جیسا نہیں بنا، اگر یہودی چاہتے تو شناخت ہوسکتی تھی، لیکن یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پکڑنے آئے تھے اور ناکام واپس جانا اُن کی شکست تھی، اس لیے انہوں نے کہا: اسی کو پکڑو اور سولی دو، اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت کو پورا کرنا تھا، اسی کو پکڑ کر سولی دے دی گئی، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ایک مخلص حواری نے جان دے دی، لہٰذا اُمتِ مسلمہ کا چودہ سو سال سے یہی عقیدہ رہا ہے، کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حیات ہیں اور قبل از قیامت ان کا نزول ہوگا۔ یہ بات واضح ہے کہ اس عقیدہ کا انکار کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بحیثیت نبی یا امتی؟!

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے یا جن اکابر نے لکھا ہے، انہوں نے اس کے مقصد کو صراحت ووضاحت کے ساتھ لکھا اور بیان کیا ہے، کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اجتہاد حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اجتہاد کے عین مطابق ہوگا۔ یہ مطلب ہے ان حضرات کا، نہ کہ ان کے مقلد ہوں گے، معاذ اللہ کسی نے بھی نہیں لکھا کہ امام صاحب کے مقلد ہوں گے، ہاں! اتنی بات ضرور ہے کہ کسی کا اجتہاد کسی کے مطابق بیٹھ جائے، وہ اور بات ہے۔

قادیانی اعتراض کرتے پھرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اُمتی نبی ہونا ختمِ نبوت کے منافی ہے؟ تو اس کا آسان جواب اُن کے لیے پیش خدمت ہے کہ مرزا قادیانی نے اپنی کتابوں میں صاف صاف لکھا ہے، کہ تمام انبیاء علیہم السلام امتی نبی ہیں۔ قادیانیوں کو ایک امتی نبی ہونے پر اعتراض ہے، یہاں تو مرزا قادیانی نے تو تمام انبیاء علیہم السلام کو اُمتی نبی قرار دے دیا۔ مرزا قادیانی اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ:

’’یہ ظاہر ہے کہ مسیح ابن مریم اس امت کے شمار میں ہی آ گئے ہیں۔‘‘

(ازالہ اوہام، صفحہ: 623، روحانی خزائن، جلد: 3، صفحہ: 436)

مرزا قادیانی مزید لکھتا ہے کہ:

’’تمام انبیاء کرام علیہم السلام نبی اکرم کی امت میں شامل ہیں، کیونکہ معراج کی رات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام انبیاء کرام کی امامت فرمائی ہے، لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ

السلام تو پہلے ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں شامل ہیں، اس لیے ان کو دوبارہ نازل کر کے امتی بنانے کی کیا ضرورت ہے؟''

لہٰذا ثابت ہوگیا کہ نہ صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام، بلکہ دیگر تمام انبیاء کرام علیہم السلام بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں شامل ہیں، کیونکہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے معراج کی رات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امامت میں نماز ادا کی، لہٰذا روزِ قیامت جو مقام دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی ہوگی، وہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بھی ہوگی۔

مسلمان ایک کو امتی نبی قرار دے رہے ہیں، لیکن یہ قادیانی تمام انبیاء علیہم السلام کو، اگر کسی قادیانی کے پاس اس کا جواب ہے تو ضرور عنایت فرمائیں، راقم مشکور ہوگا۔ ہم ایک اور بات بھی ان سے کہتے ہیں، کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف امتی نبی نہیں، بلکہ امتی نبی اور صحابی بھی ہیں، اور اس کو حافظ شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ''تجرید'' میں اور دیگر حضرات نے بھی واضح طور پر نقل فرمایا ہے۔

یہ بھی اُمت پر واضح ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لیلۃ المعراج میں بحالتِ حیات اسی جسدِ عنصری کے ساتھ دیکھا، ملاقات کی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتدا میں نماز بھی ادا کی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ واضح فرمایا کہ میرا خاتم النبیین ہونا نہ صرف یہ کہ حضرت آدم علیہ السلام کے وجود پذیر ہونے سے پہلے تجویز اور عالم بالا میں ظاہر ہو چکا تھا، بلکہ اس دنیا میں بھی میری جسمانی پیدائش سے بہت پہلے مختلف انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ میری نبوت ورسالت اور میرے علوِ مرتبہ کا ظہور ہو چکا تھا۔ اب قادیانیوں سے ایک اور سوال ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا آب وگل کے درمیان میں رہنا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاتم النبیین کا اعلان اور بعد میں تمام انبیاء علیہم السلام کی بعثت ہونا عقلی اعتبار سے کیا یہ عالم ازل کے فیصلے کے خلاف اور ختم نبوت کے منافی نہیں؟

ایک اور بات بھی ذہن نشین فرمالیں کہ عالمِ ازل میں تمام انبیاء علیہم السلام سے رب تعالیٰ

نے میثاق لیا تھا، جس میں ایک جملہ شرطیہ کے طور پر تھا کہ اگر آپ کی حیات اور زندگی میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت ہو تو ان پر ایمان لائیں اور ان کی مدد اور نصرت فرمائیں، اس میثاق اور عہد کا پورا ہونا قربِ قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کے ذریعہ ہوگا، جبکہ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت پر حالتِ زار ہوگی اور خوف کا عالم ہوگا اور اُمت مدد کی محتاج ہوگی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اس وقت دنیا میں نازل ہونا، اس میثاق اور عہد کے مطابق امت کی مدد اور نصرت کا باعث ہوگا۔

بات یہاں ان کی حیثیت کی نہیں ہو رہی، بلکہ ان کے منصب کی ہو رہی ہے کہ وہ آمر ہوں گے کہ نہیں؟ یہاں بنیادی بات یاد رکھنے کی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی ہی کی حیثیت سے ہی تشریف لائیں گے، نبی کا منصب بھی ہوگا، اس لیے کہ کوئی نبی اپنے منصب سے معزول نہیں ہوتا، جب اللہ تعالیٰ اس کو نبوت عطاء فرما دیتے ہیں، چاہے وہ پہلے آئے یا بعد میں یا کسی دوسرے کے دور میں، جس طرح حضرت لوط علیہ السلام' حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دور میں تشریف لائے اور دیگر انبیاء بھی اس طرح، اس سے فرق نہیں پڑتا کہ ایک دوسرے کے دور میں تشریف لائیں، تو ان کی نبوت آگے پیچھے ہو جائے۔

خاتم النبیین کا مطلب یہ کہ نئے نبی آنا بند ہو گئے ہیں، اب نیا نبی کوئی نہیں آئے گا، یعنی کہ سابقہ نبی کوئی آگے پیچھے ہو جائے، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، جس طرح شبِ معراج کا منظر دنیا کے سامنے روزِ روشن کی طرح موجود ہے۔

یہ اشکال کہ وہ نبی نہیں ہوں گے تو اُمت کیسے بات مانے گی؟ یہ اشکال تو ویسے ہی ختم ہو جاتا ہے، ہم تو یہی کہہ رہے ہیں کہ وہ نبی ہوں گے، جب وہ نبی ہوں گے تو ان کی بات کو مانا جائے گا۔ باقی ان کا حکم باقاعدہ شریعت ہوگا کہ نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ ایک انتظامی امور کے تحت حکم ارشاد فرمائیں گے، نئی شریعت کوئی نہیں لائیں گے، وہ شریعت جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لائے تھے، اس کی دعوت دیں گے اور اُمت کو عمل پیرا کرائیں گے۔

انتظامی اُمور کا تعلق اجتہاد کے ساتھ ہوتا ہے، جیسے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ لشکر کو

ترتیب دیتے تھے۔ مدارس کا قیام علماء نے اجتہاد کے ذریعہ غیر منصوص مسائل میں فیصلے کیے ہیں، اسی طرح اُس دور کی اجتہادی ضروریات ہوں گی، جیسے: فساد کو ختم کرنا، امن قائم کرنا، اور دجال کو ختم کرنا، اسلام کو غالب کرنا، یہ سارے انتظامی امور اور اجتہادی امور ہیں، ان تمام امور سے متعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام بحیثیت مجتہد فیصلہ فرمائیں گے، اور ان کا اجتہاد عامی آدمی کے لیے اس طرح واجب ہوگا جس طرح عالم کا اجتہاد عامی آدمی پر واجب ہوتا ہے، تو بطریق اولیٰ نبی کا فیصلہ تو امت کو ماننا لازم ہوتا ہے، انتظامی امور میں ان کا فیصلہ امت کے لیے حجت ہوگا۔

مرزائیوں کا وفاتِ مسیح علیہ السلام پر بحث کا اصرار کیوں؟!

مرزا قادیانی کے پیروکار جب بھی کسی مسلمان سے گفتگو کرنے کی کوشش کرتے ہیں، تو ان کا موضوعِ بحث اور عنوان وفاتِ مسیح علیہ السلام ہی ہوتا ہے، اس پر راقم پہلے عرض کر چکا ہے کہ مرزائی مسلمانوں سے اس عنوان پر گفتگو پر اصرار کیوں کرتے ہیں؟ لیکن مسلمانوں کو بھی اس موضوع پر تھوڑی بہت ہر وقت تیاری رکھنی چاہیے۔ یہ بات بھی دھیان میں رہے کہ مسلمانوں کا 1400 سال سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر زندہ موجود ہونا اور قربِ قیامت میں واپس زمین پر تشریف لانا اور دجال کا خاتمہ کرنا یہ عقیدہ قرآن، احادیث اور اُمت کے اجماع سے ثابت ہے، چونکہ یہ عقیدہ اتنا مسلم ہے تو اس کا انکار کرنے والا بھی دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

مسلمانوں کو اس موضوع پر بحث کرنے سے پہلے ان کے دلائل کو بھی پیشِ نظر رکھنا چاہیے۔ اس سلسلے میں قادیانی عام طور پر چار آیات پیش کر کے عوام کو بے وقوف بناتے ہیں، راقم اولین وہ چند آیات اور ان کا طرزِ استدلال، پھر ساتھ ہی ان کی ہر غلط تاویلات کے بہت ہی آسان و مسکت جوابات کے ساتھ قارئین کے لیے پیش کر رہا ہے۔ سب سے پہلے وہ آیت جو پیش کرتے ہیں، وہ یہ ہے:

''فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِىْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ وَ اَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ شَهِيْدٌ .'' (پارہ:7، المائدۃ:117)

''پس جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو، تو ہی ان پر نگہبان تھا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے۔''

اب اس پر مرزائیوں کا استدلال ملاحظہ کیجیے:

ان کے مطابق یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں، اگر ہم اُنہیں فوت شدہ تسلیم نہ کریں تو یہ اعتراض لازم آئے گا کہ اب جو عیسائی بگڑے ہوئے ہیں تو خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی اُن کے بگاڑ کے ذمہ دار ہیں، کیونکہ انہوں نے جواب میں یہ فرمایا کہ جب تک میں ان میں زندہ تھا تو میں ان پر نگران رہا، لیکن جب تو نے مجھے وفات دے دی تو میں ذمہ دار نہیں رہا، اس جواب سے پتہ چلا کہ وہ فوت ہو چکے ہیں، ورنہ آج تک عیسائیوں کے سارے بگاڑ اور بدعقیدگی کے ذمہ دار وہ خود قرار پائیں گے۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ اگر انہیں فوت شدہ نہ مانا جائے تو یہ بات تو ضرور ہے کہ انہیں اپنی امت کی حالت کا علم ہوگا، وہ آسمان پر رہتے ہوئے یا زمین پر نازل ہونے کے بعد، جب ان سے قیامت کے دن ان کی اُمت یعنی عیسائیوں کے بارے میں پوچھا جائے گا تو وہ لاعلمی کا اظہار کیوں کریں گے؟ تو اگر انہیں زندہ مانیں تو یہ اظہارِ لاعلمی سراسر جھوٹ ہوگا، جو ایک نبی کی شان کے لائق نہیں اور لاعلمی تو اسی وقت درست ہوسکتی ہے، جبکہ ان کو موت آنے کی وجہ سے اپنی قوم اور امت کے احوال کا علم نہ ہوسکا ہو، اس لیے لازماً یہ کہنا پڑے گا کہ وہ وفات پا چکے ہیں، اور قربِ قیامت میں دوبارہ نہ آئیں گے، نہ اپنی قوم کی اُن گمراہیوں پر مطلع ہوں گے، مرزائی لن ترانیاں اسی طرح کی ہوتی ہیں۔

مرزائیوں کی یہ لمبی چوڑی تقریر جاہلوں اور تفسیر قرآن سے ناآشنا لوگوں کو تو لبھا سکتی ہیں، لیکن اہلِ علم اور صاحبِ وحی کے منشأ کو سمجھنے والوں کے لیے اس استدلال کی حیثیت کچھ بھی نہیں ہے، اس لفظی عمارت کو تین طریقوں سے زمین بوس کیا جاسکتا ہے:

1:.......آیتِ مذکورہ میں ''تَوَفَّيْتَنِي'' کے معنی وفات اور موت نہیں، بلکہ رفع اور قبض کے معنی ہیں اور تمام مفسرین ومجددین نے آیتِ مذکورہ کے یہی معنی کیے ہیں۔

ذخیرۂ حدیث وتفسیر میں کسی بھی معتبر مفسر یا محدث کا قول نہیں ملتا کہ یہ آیت وفاتِ مسیح پر دال ہے، اگر چودہ سوسالہ میں کسی بھی مفسر نے اس آیت میں ''توفّی'' سے مراد موت لی ہے، تو ہمارا

چیلنج ہے کہ اس کا نام تحریر کر دیں۔

2: .... پھر آیتِ بالا میں تقابل موت اور حیات کا نہیں ہے، صرف موجودگی اور عدم موجودگی کا ہے، جس پر ''مَا دُمْتُ فِیْهِمْ '' کے الفاظ صراحۃً دال ہیں، چنانچہ ''مَا دُمْتُ حَیًّا '' نہیں فرمایا، بلکہ ''مَا دُمْتُ فِیْهِمْ '' فرمایا۔ معلوم ہوا کہ وہ اپنے زمانۂ موجودگی میں اُمت کے نگران اور عدمِ موجودگی کے زمانے کے وہ ذمہ دار نہیں، اور یہ الفاظ خود اس بات کی طرف مشیر ہیں کہ کوئی زمانہ ایسا بھی ہو کہ جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ رہنے کے باوجود اپنی امت کے درمیان موجود نہ ہوئے، ہمارے نزدیک یہ زمانہ اُن کے آسمان کی طرف اُٹھائے جانے کے بعد کا ہے۔

3: ....مرزائیوں کا یہ دعویٰ اور دلیل کہ بگاڑ اور عدم بگاڑ میں حدِ فاصل موت ہے، بلکہ خود مرزائی تحریرات اس بات پر شاہد ہیں کہ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کشمیر چلے جانے کے بعد اُن کی وفات سے قبل ہی عقائد باطل اختیار کر چکے تھے۔

(دیکھیے: چشمۂ معرفت درروحانی خزائن، جلد: 23، صفحہ: 266 اور تحفۂ گولڑ ویہ در خزائن، جلد: 17، صفحہ: 311)

اب اگر بگاڑ اور عدمِ بگاڑ کے درمیان حدِ فاصل موت و حیات کو مانا جائے تو جو اعتراض مرزائی ہم پر کر رہے تھے، وہ ان پر بھی لازم آجائے گا، لہٰذا پتہ چلا کہ وہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موجودگی اور عدمِ موجودگی کو ہی ہدف اصل مانتے ہیں اور یہی ہمارا منشأ ہے۔

4: ....اور مرزائیوں کی یہ بات کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اپنی امت کے احوال سے اظہارِ لاعلمی ان کی موت کی دلیل ہے، سراسر کج فہمی، تلبیس اور غلط بیانی ہے۔ خود آیتِ قرآنی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ان کی اُمت کے احوال کے علم ہونے یا نہ ہونے کا سوال نہ ہوگا، بلکہ اس بات کا سوال ہوگا کہ کیا انہوں نے اپنی امت کو اللہ کے سوا اپنے اور اپنی ماں کو معبود بنانے کا حکم دیا تھا؟!

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی حکمتیں

اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ انبیاء علیہم السلام میں سے صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہی انتخاب کیوں کیا کہ زندہ آسمانوں پر اُٹھایا اور قربِ قیامت میں دوبارہ نزول فرمائیں گے، آپ کے نزول میں کیا حکمت کارفرما ہوسکتی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ حکیم مطلق ہیں، اللہ کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں، چاہے ہمیں اس کی سمجھ نہ آتی ہو، محدثِ شہیر امام حافظ بدرالدین محمود بن احمد العینیؒ (855ھ) لکھتے ہیں، اور علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ اور مولانا شاہ عبدالحق بخاری اس کی تائید کرتے ہیں۔

1:..... آپ کے نزول سے یہود کے اس باطل خیال کا رد کرنا مقصود ہے کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کردیا ہے، پس اللہ نے ان کے جھوٹ کو واضح کیا اور بتایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی یہود کو قتل کریں گے۔

2:..... تاکہ آپ کی وفات ہو اور مٹی میں دفن ہوں، مٹی کے جسم کی موت زمین کے سوا کسی جگہ نہیں ہوسکتی۔

3:..... عیسیٰ علیہ السلام نے اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عالیشان صفت دیکھ کر اس اُمت میں شامل ہونے کی دعا کی تھی، جو قبول ہوئی، لہٰذا اُن کو آسمانوں میں زندہ رکھا، تا آخری زمانے میں نازل ہو کر تجدیدِ دینِ اسلام کریں۔ اس وقت دجال نکلا ہوا ہوگا، اس کو قتل کریں گے۔

4:.....آپ کا نزول عیسائیوں کی تکذیب اور ان کے باطل دعووں کی کجی کے اظہار اور اُن کو مٹانے کے لیے ہوگا۔

5:.....حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: مجھے سب سے زیادہ تعلق عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام سے ہے، کیونکہ میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں، اس قربِ زمانی کے لحاظ سے بھی وہ نزول کے زیادہ مستحق تھے۔

حیاتِ مسیح علیہ السلام کے فتاویٰ پر بحث

دنیا کے خاتمہ کے قریب اور قیامت کے قائم ہونے سے قبل ایک بہت ہی غیر معمولی واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہے۔ اگرچہ اس سلسلے میں قرآن و حدیث اور اجماعِ امت کے دلائل موجود ہیں، لیکن ماضی میں مرزا قادیانی، اور حال میں بعض تجدد پسند غامدی جیسے لوگ کے ہتھکنڈوں سے محفوظ کرنے کے لیے تائیدی طور پر دنیا بھر کے عرب وعجم کے علماء و مشائخ سے حیاتِ مسیح علیہ السلام کے فتاویٰ حاصل کرنے والی ایک عہد ساز شخصیت فاتح قادیانیت، سفیرِ ختمِ نبوت حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شب و روز کی انتھک محنتوں کا ثمر و تفصیلی روئیداد بقلم حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بتاریخ 17 جولائی 1994ء بروز اتوار قارئین کے لیے پیشِ خدمت کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔

سہیل باوا
ختمِ نبوت اکیڈمی، لندن

حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

سن 64ء کی بات ہے کہ میرے مربی اور شفیق استاذ حضرت علامہ محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ

علیہ قائدِ جمعیت مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ اور شیرِ سرحد حضرت غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ قاہرہ میں مجلسِ بحوثِ علمیہ کے زیرِ اہتمام منعقد ہونے والے اجلاس میں تشریف لے جا رہے تھے۔

راقم نے حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ جامعہ ازہر کے ریکٹر شیخ شلتوت کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ایک فتویٰ ہے، جس سے قادیانیوں کے نظریۂ وفاتِ مسیح کی تائید ہوتی ہے۔ قادیانیوں نے اس فتویٰ کو مختلف زبانوں میں بڑے وسیع پیمانہ پر اشاعت کر کے گمراہی پھیلانے کی کوشش کی ہے، کیونکہ جامعہ ازہر کا عوام الناس پر بہت بڑا علمی رعب اور دبدبہ ہے، اس لیے لوگ اس فتویٰ سے متاثر ہو رہے ہیں۔ آپ حضرات چونکہ مصر تشریف لے جا رہے ہیں، وہاں سے اس فتویٰ کی تردید حاصل کرنے کی کوشش فرمادیں، میں نے بطور ثبوت شیخ محمود شلتوت کے فتوے کی چند کاپیاں جو ربوہ سے شائع ہوئی تھیں، وہ بھی حضرت کو پیش کیں اور بڑا اصرار کیا کہ آپ اس کی تردید میں وہاں کے مشائخ سے فتویٰ حاصل کریں، تاکہ عوام کو اس گمراہی سے بچایا جا سکے۔

مجھے ان ایام میں مصر کے مفتی اعظم شیخ حسنین مخلوف صاحب کا ان کی تفسیر ''صفوۃ البیان لمعاني القرآن'' میں سے ایک مختصر فتویٰ جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق عقیدۂ وفات کی تردید اور ان کے متعلق رفع ونزول کے عقیدہ کی صراحت تھی، نیز ان مفتی صاحب کا قادیانیوں کے متعلق تکفیر کا واضح فتویٰ موجود تھا مل گیا۔ میں نے ''مفتی اعظم مصر کا فتویٰ'' کے نام سے ایک پمفلٹ شائع کر دیا تھا، لیکن میں چاہتا تھا کہ شیخ شلتوت کی تردید میں علماء مصر کا کوئی واضح فتویٰ مل جائے، ویسے شیخ شلتوت مصر کا ایک تجدید پسند ملحد انسان تھا اور بقول حضرت رحمۃ اللہ علیہ: ''وہ مصر کا پرویز تھا''، اس کے مطبوعہ فتویٰ میں پچاس سے زائد ایسے مسائل ہیں، جن میں اس نے ''اجماعِ امت'' سے اختلاف کیا ہے، مثلاً وہ بینک کے سود کو جائز سمجھتا تھا، اس کی اپنی داڑھی نہ تھی اور داڑھی کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت نہیں سمجھتا تھا، بلکہ داڑھی کو لباس کی مانند سمجھتا تھا کہ جس ملک میں داڑھی رکھنے کا رواج ہو وہاں رکھی جائے، جہاں منڈوانے کا رواج ہو وہاں منڈوانی چاہیے، اس کے بقول حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم العیاذ باللہ! اگر آج داڑھی منڈوانے کے دور میں ہوتے تو وہ بھی داڑھی منڈواتے۔ اسی طرح راگ، رنگ اور گانے کو جائز سمجھتا تھا۔

اس کے رد میں ایک مصری عالم نے ایک کتاب لکھی ہے جو بعد میں مجھے دستیاب ہوئی، اس کا نام ہے: ''**الإعلام فیما خالف الشلتوت بأئمة الأعلام** '' کراچی میں مجلسِ علمی کی لائبریری میں موجود ہے، اور میں نے اس کا مطالعہ کیا ہے، اس میں مصنف نے ان تمام مسائل کا رد کیا، جن میں شیخ شلتوت نے اجماعِ اُمت کے خلاف کیا ہے، اور بقول حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ ان کے استاذ علامہ زاہد الکوثری حنفیؒ، جو کثیر التصانیف مصر کے بڑے مشہور عالم ہیں، انہوں نے شیخ شلتوت کے وفاتِ مسیح کے نظریہ کے رد میں ایک مستقل کتاب ''**نظرة عابرة في مزاعم من ينكر نزولَ عيسىٰ عليه السلام قبل الآخرة**'' تحریر کی ہے، جو بڑی علمی کتاب ہے۔ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ بھی اس کتاب کی تعریف فرمایا کرتے تھے، جو ہمارے کتب خانہ میں موجود ہے۔ اہلِ علم نے شیخ شلتوت کی ملحدانہ آراء سے صرف اتفاق نہیں کیا، بلکہ کھلی کھلی تردید کی ہے، جو مجھے بعد میں دستیاب ہوئی۔

سن 64ء میں ہی اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی پہلی بار حج کی سعادت سے بہرور فرمایا، مکہ مکرمہ حرم شریف میں حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات بھی ہوئی۔ میں نے حضرت سے دریافت کیا کہ شلتوت کے رد میں وہاں سے کوئی چیز حاصل ہوئی، تو حضرت نے فرمایا کہ: نہیں۔ فرمایا کہ: ''وہاں اکثر علماء اگرچہ شیخ شلتوت کے نظریات سے متفق نہیں ہیں، لیکن چونکہ وہ اب اکثر علماء کا استاذ ہے، اس لیے وہ اُس کے رد میں لکھنے کو تیار نہیں ہیں۔'' حضرتؒ نے مجھے مشورہ دیا کہ آپ اس سلسلہ میں حرمین شریفین سے فتویٰ حاصل کریں، کیونکہ ہمارے لوگوں کی جس قدر عقیدت ومحبت حرمین شریفین اور ان کے علماء سے ہے، وہ مصر اور اس کے علماء سے نہیں ہے۔

حضرت کی صائب رائے تھی، مجھے پسند آئی، چنانچہ راقم نے حضرت کے مشورہ سے ایک سوال مرتب کیا اور وہ حرمین شریفین کے علماء کی خدمت میں پیش کر دیا۔ تمام علماء نے کہا کہ آپ پہلے شیخ عبدالعزیز بن باز سے فتویٰ حاصل کریں، وہ اس وقت مملکتِ سعودی عرب کے مفتی بھی تھے اور مدینہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر بھی تھے، حج کے ایام میں وہ مکہ مکرمہ تشریف لائے ہوئے تھے۔

میں نے وہ سوال شیخ بن باز رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کر دیا، شیخ نے اپنی مصروفیات کا

عذر کیا اور فرمایا کہ: مدینہ منورہ جا کر جواب لکھوں گا، بندہ بھی حج کے بعد مدینہ منورہ ''زادھا اللّٰہ شرفًا و کرامۃً'' بغرضِ زیارت روانہ ہوگیا۔ وہاں حاضر ہوکر وہ سوال مدینہ منورہ اور مسجدِ نبوی کے علماء کی خدمت میں پیش کیا، حتیٰ کہ مسجدِ نبوی کے بڑے امام شیخ عبدالعزیز بن صالح جو کہ وہاں کے چیف جسٹس بھی تھے، انہیں بھی پیش کیا، انہوں نے بھی فرمایا کہ: شیخ بن باز جو لکھیں گے، ہم تائید و تصدیق کردیں گے، آپ فتویٰ ان سے حاصل کریں۔

چنانچہ راقم پورا ڈیڑھ ماہ اس فتویٰ کے حصول کی خاطر مدینہ منورہ میں مقیم رہا۔ ہمارے حضرات علماء کرام مایوس تھے کہ میں یہ فتویٰ حاصل کرسکوں گا؟ میرے مشفق اور عربی استاذ حضرت مولانا بدر عالم رحمۃ اللہ علیہ مہاجر مدنی بھی نااُمید تھے، لیکن راقم پورے عزم و استقلال کے ساتھ اپنے مقصد پر ڈٹا رہا۔ شیخ کو کبھی جا کر یونیورسٹی میں ملتا اور کبھی صبح اُن کے گھر جا کر ان کے ساتھ ناشتہ کرتا۔ شیخ بکرہ کل کا فرمادیتے، میں وعدہ کے مطابق پھر حاضر ہوجاتا، آخر شیخ کو میں نے مجبور کردیا۔ تنگ ہو کر کہنے لگے کہ: آپ اپنے ملک واپس چلے جائیں، میں جواب وہاں بھیج دوں گا۔ راقم نے عرض کیا کہ میں نے تو اپنا جہاز ہی چھوڑ دیا ہے، فتویٰ حاصل کیے بغیر میں ملک واپس نہیں جاسکتا۔ ڈیڑھ ماہ کی مسلسل تگ و دو کے بعد شیخ نے مفصل فتویٰ تحریر کردیا، **فجزاہ اللّٰہ أحسن الجزاء۔**

راقم جب اپنے مقصد کا فتویٰ لینے میں کامیاب ہوگیا تو میری خوشی کی انتہاء نہ رہی اور اس خوشی کا اندازہ وہ کرسکتا ہے جو کسی مقصد میں سرگرداں رہا ہو، اور پھر مایوسی کے بعد اُسے اپنے مقصد میں کامیابی حاصل ہوجائے۔

سب سے پہلے میں نے وہ فتویٰ اپنے استاذ شیخ الحدیث مولانا بدرِ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو سنایا، آپ بہت خوش ہوئے، اور بہت دعائیں دیں، پھر فرمایا کہ: لاؤ! میں بھی دستخط کردوں، اگرچہ میں مفتی نہیں، لیکن قادیانی دجال کے کفر کا جو فتویٰ ہے اس فہرست میں، میں چاہتا ہوں کہ میرا نام بھی شامل ہوجائے، چنانچہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے وہ فتویٰ لے کر اس پر دستخط ثبت فرمادیئے، پھر مسجدِ نبوی کے دیگر بعض مدرسین اور علماء کے دستخط کرائے۔

مغرب کی نماز کے بعد مسجدِ نبوی کے بڑے امام شیخ عبدالعزیز بن صالح کے مکان پر حاضر

ہوا، انہیں خوشخبری دی کہ فتویٰ حاصل ہوگیا، انہوں نے بڑے تعجب کا اظہا کیا، پھر فرمایا کہ سناؤ! میں نے پورا فتویٰ پڑھ کر سنایا، فرمایا: فتویٰ تو درست ہے، لیکن میں دستخط نہیں کرسکتا۔ میں نے عرض کیا کہ آپ نے وعدہ فرمایا تھا کہ: اگر شیخ بن باز صاحب فتویٰ تحریر کردیں تو میں دستخط کردوں گا، اب حسبِ وعدہ دستخط فرمادیں، کہنے لگے مجھے بڑا تعجب ہے، انہوں نے کیسے فتویٰ تحریر کردیا؟ میں نے کہا کہ جیسے بھی ہے، انہوں نے تحریر کردیا ہے، اب آپ دستخط فرمادیں۔ جب میں نے بہت مجبور کیا تو فرمایا کہ:

دراصل بات یہ ہے کہ ہمارا ایک فتویٰ آپ کے ملک میں گیا تھا اور وہ فتویٰ جو حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے غلام احمد پرویز کے خلاف کفر کا حاصل کیا تھا، اس پر آپ کی حکومت نے ہماری حکومت سے احتجاج کیا تھا کہ آپ ہر کسی فتوے کا جواب نہ دیا کریں، بلکہ سرکاری ذریعہ سے جو استفتاء آئے، آپ صرف اسی کا جواب دیا کریں۔ آپ جاکر سرکاری ذریعہ سے بھجوائیں تو میں تب تحریر کردوں گا، مجھے تعجب ہے شیخ بن باز نے ان صریح ہدایات کے باوجود آپ کو فتویٰ کیسے تحریر کردیا ہے؟ بہت کوشش کی، لیکن بہت احتیاط پسند اور تابع فرمان تھے، دستخط نہ کیے، فرمایا: اس خطبۂ جمعہ میں یہ مسئلہ بیان کردوں گا۔ مکہ مکرمہ میں آکر اس فتوے پر مکی علماء و مدرسین کے بھی دستخط کرائے۔

حرمِ مکی کے امام شیخ محمد عبداللہ بن السبیل رحمۃ اللہ علیہ نے بھی چند سطور تائیدی طور پر تحریر فرمادیے۔ شیخ علوی ابن عباس مالکی جو کہ مکہ مکرمہ، بلکہ مملکتِ سعودیہ میں مالکی مذہب کے بہت بڑے عالم اور شیخ الحدیث تھے، انہوں نے اپنا علیحدہ فتویٰ تحریر کردیا، جسے راقم نے ''المنبر'' وغیرہ مختلف رسائل میں شائع کرادیا۔

سید حسن مشاط مکی وہ بھی مالکی مسلک کے بڑے عالم تھے، انہوں نے بھی اس پر تائیدی دستخط فرمادیئے تھے۔

راقم یہ فتویٰ حاصل کر کے واپس پاکستان آ گیا، اور فوری طور پر شیخ بن باز کا یہ فتویٰ چند تائیدی دستخطوں کے ساتھ اہم ترین فتویٰ ''حیاتِ مسیح کا منکر دائرۂ اسلام سے خارج ہے'' کے نام سے شائع کردیا۔ رسالہ کی صورت میں مستقل اشاعت کے علاوہ پاکستان ہندوستان کے تقریباً تمام ہفت روزہ اور ماہانہ رسائل میں وسیع پیمانہ پر اس فتویٰ کی اشاعت کر کے مصر کے شیخ شلتوت کے فتوے کے

اثرات کوالحمدللہ زائل کرنے کی کوشش کی۔

اس تشہیر واشاعت کے بعد میرے شیخ اور استاذِ محترم حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمٰن کیمبل پوری نے مجھے حکم فرمایا کہ: اس فتوے پر دیگر علماء اور مشائخ عظائم کی بھی تائیدات اور تصدیقات حاصل کریں، تو حضرت کے حکم کی تعمیل میں راقم نے مختلف مکاتبِ فکر سے تعلق رکھنے والے اس دور کے تمام علماء ومشائخ سے جہاں تک میرے بس میں تھا، ایک ایک کے پاس جا کر تصدیق و تائید حاصل کی۔ ایک ایک دستخط کے حصول پر مجھے کس قدر محنت کرنی پڑی اور کتنے کتنے سفر کرنے پڑے، اس کا کچھ صحیح اندازہ وہ لگا سکتا ہے، جسے ایسے مرحلہ سے گزرنے کا اتفاق ہوا ہو۔ ان تمام تر تفصیلات کا احاطہ کرنا نہ اب میرے بس میں ہے، اور نہ اس کا چنداں فائدہ ہے، بس اللہ تعالیٰ اس محنت کو اگر قبول فرمائے تو ساری محنت ٹھکانے لگ جائے گی۔

حضرت مولانا خیر محمد رحمۃ اللہ علیہ مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان سے جب ایک جلسہ میں حاضری کے موقع پر یہ استفتاء پیش کیا، تو فرمایا کہ: بھائی میں تو کراچی اور پشاور کے علماء کے درمیان میں ہوں، جب ان کے دستخط ہو جائیں گے تو پھر میں دستخط کردوں گا۔ آخر کراچی اور پشاور کے علماء سے تصدیقات حاصل کرنے کے بعد موصوف سے تائید حاصل کی۔ شیخ الکل جامع المعقول والمنقول حضرت مولانا غلام رسول خان رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایبٹ آباد کے جلسہ کے موقع پر یہ فتویٰ پیش کیا، حضرت نے اپنے ضعف کی وجہ سے معذرت کی کہ میں تو اب دستخط بھی نہیں کرسکتا۔ جب مجبور کیا تو فرمایا کہ: اچھا علیحدگی میں دستخط کر دیتا ہوں، حضرت کے ہاتھوں میں اس وقت رعشہ تھا، فرمایا کہ: آدمیوں کے سامنے دستخط نہیں کرسکتا، چنانچہ آپ نے ایک گوشہ میں بیٹھ کر دستخط کیے جو آج بھی حضرت کے ہاتھوں کے رعشہ پر دلالت کر رہے ہیں۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے دستخط حاصل کرنے کے لیے آپ کے خلفاء سے گزارش کی، قاضی عبدالقادر مرحوم جھاوریاں، مفتی زین العابدین اور حضرت کے دیگر خدام سے عرض کیا، کسی کو حضرت سے کہنے کی جرأت نہ ہوئی، آخر خود ہی ہمت کر کے مدرسۃ العلوم الشرعیۃ مدینہ منورہ میں حضرت سے گزارش کی، حضرت نے معذرت کر دی کہ میں مفتی نہیں ہوں۔ جب راقم

نے بہت اصرار کیا اور حضرت مولانا بدرِ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ بیان کیا کہ انہوں نے تو خود مانگ کر دستخط کیے تھے کہ قادیانی دجال کے کفر کے فتویٰ پر جو علماء نے دستخط کیے ہیں، اس فہرست میں میرا نام بھی ہونا چاہیے، یہ سن کر آپ نے خادم خاص حبیب اللہ صاحب کو فرمایا کہ بھائی میری طرف سے تائید وتصدیق لکھ دیں۔

راقم جس ہستی کے پاس بھی گیا، تائید حاصل کیے بغیر واپس نہیں آیا۔ ہاں مسجد نبوی (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے بڑے امام صاحب جن کا ذکر گزر چکا، انہوں نے دستخط کرنے سے بوجوہ معذوری ظاہر کر دی۔ پھر مولانا مودودی صاحب دستخط کرنے سے کنی کترا گئے، اس کی تفصیل کسی اور جگہ تحریر کر چکا ہوں۔

مولانا کے پاس یہ فتویٰ مولانا عبدالمالک صاحب ہزاروی جو اُن دنوں ہمارے پاس مدرس تھے، اور آج کل منصورہ میں شیخ الحدیث ہیں، کو دے کر بھیجا تھا، اس وقت مولانا نے الیکشن کا عذر کیا کہ ایوب خان اور فاطمہ جناح کے درمیان الیکشن ہو رہا ہے، ہم ایوب خان کے خلاف ہیں، اگر فتوے پر دستخط کر دیئے تو حکومت شاید ہمارے خلاف اُسے بہانہ نہ بنالے۔ جب الیکشن گزر گئے تو راقم پھر مولانا عبدالمالک کو ہمراہ لے کر خود اچھرہ اُن کی کوٹھی پر حاضر ہوا، مولانا نے زبانی تائید کی، لیکن دستخط کرنے سے معذرت کر دی کہ اس میں آپ کو بھی تکلیف ہوگی اور مجھے بھی۔

میں نے بہت اصرار کیا کہ نہ مجھے کوئی تکلیف ہوگی اور نہ آپ کو، فتویٰ شیخ بن باز کا ہے اور چند علماء کی تائید سے چھپا ہوا ہے، اور جب آپ تمام حضرات کے دستخط ہو گئے تو پھر چھپ جائے گا۔ اگر گورنمنٹ کو زیادہ پریشانی ہوئی تو وہ اسے ضبط کر لے گی اور کیا کرے گی؟ پھر فتویٰ آپ کا نہیں، سعودی عرب کے شیخ بن باز کا ہے، دستخط پورے پاکستان کے علماء کے ہو چکے ہیں، آپ کو اس میں کیا تکلیف ہوگی؟ فرمایا کہ: اگر میرے دستخط ہو گئے تو حکومت ضرور نوٹس لے گی۔ میں نے کہا: پھر تو آپ کے دستخط بہت ہی ضروری ہیں، کیونکہ دوسرے حضرات کی تو حکومت کی نظروں میں ایسی اہمیت نہیں ہے، آپ دین کی خاطر پہلے بھی بڑی تکلیفیں اُٹھا رہے ہیں، میرے اپنے خیال میں تو آپ کو اس پر کوئی تکلیف نہیں ہوگی، اور اگر آپ کے خیال کے مطابق کوئی تکلیف آ بھی گئی تو دین ہی کی وجہ سے

ہوگی۔ بہر چند کہ ہم نے کوشش کی، مولانا عبدالمالک نے بھی بہت اصرار کیا، حتیٰ کہ انہوں نے تجویز دی کہ آپ علیحدہ فتویٰ لکھ کر دے دیں، انہوں نے فرمایا کہ: بات تو ایک ہی ہوئی، تو مولانا مودودی صاحب نے باوجود شدید اصرار کے بھی معذرت اور انکار سے کام لیا، اور دستخط نہ کیے، حالانکہ مولانا کی جماعت سے تعلق رکھنے والے اور اُن کے تمام مؤیدین علماء نے بھی اس فتوے پر تصدیق وتائید کر دی ہے، جیسے مولانا محمد چراغ صاحب گوجرانوالہ، مفتی محمد یوسف صاحب اکوڑہ خٹک، حضرت مفتی سیاح الدین کاکاخیل، مولانا گلزار احمد مظاہری مرحومین تمام کے دستخط موجود ہیں۔

پنجاب کے مشہور شیخ حضرت غلام محی الدین گولڑہ کے ہاں حاضر ہوا، آپ چارپائی پر تشریف فرما ہوئے، راقم سامنے بیٹھ کر فتویٰ کے متعلق کچھ عرض کرنے لگا، تو بڑے رعب سے ڈانٹ کر حکم دیا کہ کھڑے ہوکر بیان کرو۔ راقم تعمیلِ حکم میں کھڑا ہوگیا، فتویٰ اور اس کا پس منظر عرض کیا، فرمایا کہ: میں مفتی نہیں ہوں، میں نے کبھی فتویٰ نہیں دیا، میں نے ان کے والد حضرت شیخ مہر علی شاہ مرحوم کا تذکرہ کیا کہ انہوں نے قادیانیوں کے چیلنج قبول کیے اور ڈٹ کر مقابلہ کیا، آپ کو بھی اپنے والد مرحوم کی درخشندہ روایات کو زندہ رکھنا چاہیے، جب اصرار کیا تو فرمایا کہ: جائیں! مسجد میں ہمارے مفتی صاحب بیٹھے ہیں، ان سے دستخط اور مہر لگوالیں، چنانچہ راقم تعمیلِ حکم کرتے ہوئے اُن کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے دستخط کروائے اور مہر لگوائی۔

اسی طرح سیال خواجہ قمرالدین مرحوم کی خدمت میں حاضری دی، انہیں فتویٰ سنایا، فرمایا کہ: چل کر مجلس میں آرام سے لکھیں گے، چنانچہ مسجد سے فارغ ہوکر شیخ صاحب اپنی مجلس میں تشریف لے گئے، وہاں پاکپتن کے دیوان صاحب خواجہ نواز اُن کے انتظار میں بیٹھے تھے، خواجہ صاحب پہلے تو جاتے ہی اُن کے قدموں میں گر گئے اور دیر تک پاؤں میں بحالتِ سجدہ پڑے معذرت کرتے رہے کہ حضور غریب نواز! مجھے تو معلوم ہی نہیں ہوا، میری گستاخی معاف فرمادیں، چنانچہ اُن کے حال واحوال لینے کے بعد جب فارغ ہوئے تو میری فائل لے کر پہلے اور حضرات کی تحریریں پڑھیں، پھر تین چار سطور میں شیخ بن باز کے فتوے کی تائید فرمائی، جب لکھ کر فائل میرے سپرد کر دی، تو دوبارہ یہ کہتے ہوئے واپس لے لی کہ تم دیوبندی علماء غلطیاں بہت نکالتے ہو، میں ایک دفعہ پھر دیکھ لوں، میں نے

عرض کیا کہ: غلطی ہو تو نکلتی، اگر غلطی ہو ہی نہیں تو کوئی کیسے نکالے؟! چنانچہ فائل واپس لے کر ایک آدھ غلطی کی اصلاح فرمائی، لیکن علماء دیوبند کی کرامت دیکھئے کہ اب بھی اس تحریر میں ایک دو غلطیاں باقی ہیں۔ ہاں! تحریر دینے سے پہلے میرا امتحان بھی لیا اور آیت ''فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي''۔ جو اس باب میں مشکل ترین آیت ہے۔ پر اشکال کیا، میں نے جوابات عرض کیے تو خوش ہوئے۔ راقم نے قادیانیوں کے مزید شبہات بیان کر کے اُن کا بھی ازالہ کر دیا، تو اور خوش ہوئے اور اسی خوشی میں وہ تحریر واپس کر دی۔

مشرقی پاکستان کا سفر کر کے وہاں کے مختلف صوبوں کے علماء کی تصدیقات حاصل کیں، ایسے ہی جب کہیں کوئی بین الاقوامی کانفرنس ہوتی یا مجھے سعودی عرب جانے کا اتفاق ہوتا تو راقم وہ فائل ہمراہ لے جاتا، اور کوئی کسی ملک کا بڑا عالم وہاں آیا ہوا مل جاتا، اس سے تصدیق حاصل کر لیتا۔ یہ میری کئی سال کی محنت ہے، بڑی تمنا اور خواہش تھی کہ میری زندگی میں یہ فتویٰ مرتب ہو کہ چھپ جائے، تاکہ مسلمان اس سے استفادہ کر سکیں، ادارہ کے شعبہ نشر و اشاعت کے کئی ایک ذمہ دار حضرات کو یہ کام سونپا گیا، لیکن پایۂ تکمیل کو نہ پہنچا۔

اب پورے تیس سال کے بعد میرے پہلونٹے بیٹے برخورداری عزیزم حافظ مولوی محمد الیاس نے اس کام کو اپنے ذمہ لیا اور محنت سے تمام فتاویٰ کی ترتیب و تدوین کی ہے، عربی فتاویٰ کا اردو میں ترجمہ بھی کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ اُنہیں جزائے خیر عطا فرمائے اور اُن کے صدقاتِ جاریہ میں اسے شامل فرمادیں، اور اللہ کرے کہ یہ میری زندگی ہی میں چھپ جائے، تاکہ میں اسے دیکھ سکوں۔ یہ چند حروف پیش لفظ یا احوال واقعی تحریر کر دیئے ہیں۔

نزولِ مسیح کا یہ مسئلہ اس فتویٰ میں قرآن و حدیث اور اجماعِ امت سے ثابت ہے، ہر صدی میں اس پر اُمت کا تواتر چلا آ رہا ہے، اس کے لیے میرا علیحدہ رسالہ ''نزولِ مسیح اور تواترِ امت'' چھپا ہوا ہے، اس کا مطالعہ بھی مفید ہے اور اسی طرح قادیانی شبہات کا جواب ''**الحقائق الأصلية في جوابِ** لمحۂ فکریہ'' یعنی ''حیاتِ مسیح اور بزرگانِ دین'' بھی علیحدہ اشاعت شدہ ہے، اس کا مطالعہ بھی مفید ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو گم گشتہ راہ لوگوں کے لیے باعثِ ہدایت بنائے، آمین

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا بھید

مرزا قادیانی کی کتابوں کا مطالعہ کرنے والوں سے یہ بات مخفی نہ ہوگی کہ مرزا قادیانی نے اپنی باتوں کی عمارت بے بنیاد دلیلوں پر کھڑی کی ہے، اور ظاہر ہے ان باتوں میں تضاد ہونا لازمی سی بات ہے، کیونکہ مرزا قادیانی جب بھی بات کرتا ہے، کہتا ہے: مجھے یہ الہام ہوا، مجھے معاذ اللہ یہ وحی ہوئی ہے، مجھے یہ کشف ہوا ہے، مگر ان سارے دعووں کے پیچھے دلیل اور حقیقت کیا ہے؟ وہ کہیں نظر نہیں آتی، کیونکہ مرزا قادیانی کے تمام دعووں کی بنیاد جھوٹ اور فریب پر مشتمل ہے، دعوائے مسیحیت کے لیے مرزا قادیانی نے جس طرح سے خود کو حاملہ کیا، اور پھر موصوف خود میں سے خود پیدا ہوئے، وہ ایک پر لطیفہ اور دلچسپ خودساختہ کہانی ہے۔ (ملاحظہ ہو: کشتی نوح، ص:46-47)

اسی طرح حضرت مسیح علیہ السلام کے رفعِ آسمانی کا انکار کرتے ہوئے معاذ اللہ اُن کی وفات ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا، اور اس حوالے سے نیچری خیالات کے پیروکار سر سید احمد خان سے استفادہ کیا، کیونکہ ہندوستان میں سب سے پہلے وفاتِ مسیح علیہ السلام کی رٹ اسی نے لگائی تھی، (ملاحظہ ہو: ائمہ تلبیس، ص:506 تا 513) لہٰذا مرزا قادیانی نے جب وفاتِ مسیح علیہ السلام کی رٹ لگائی، تو معاذ اللہ ان کی قبر بتانا بھی مرزا قادیانی نے خود پر واجب کر لیا تھا، کیونکہ خود اپنے بارے میں دعوائے مسیحیت کو سچا ثابت کرنا بھی تو ضروری ہو گیا تھا، لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کے حوالے سے جو متضاد بیانات مرزا قادیانی نے دیئے، وہ اس کی کتابوں میں موجود ہیں، یعنی حضرت مسیح علیہ السلام کی قبر کو یروشلم میں بتایا، کہیں سری نگر محلّہ خان یار میں بتایا، کہیں بلادِ شام میں

بتلایا، اور کہیں کہا کہ وہ اپنے وطن گلیل میں جا کر فوت ہو گئے۔ اندازہ کیجیے کہ ایک شخصیت کی چار جگہ قبریں، یہی سوال جب قادیانیت سے کیا جاتا ہے، تو سامنے سے خاموشی کے سوا کچھ برآمد نہیں ہوتا، کیونکہ یہ وہ سوال یا سوالات ہیں، جن کی وجہ سے مرزائیت مشکل کا شکار نظر آتی ہے، آئیں! اس حوالے سے مرزا قادیانی کے مختلف بیانیوں کا جائزہ لیتے ہیں، اور پھر اُن پر حقائق کی روشنی میں تبصرہ کرتے ہیں، جو ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ پیش کیا جائے گا۔

پوشیدہ عقیدہ

روحانی خزائن، جلد: 21، ص: 56 پر مرزا قادیانی کس دجل وفریب سے کام لیتا ہے، ذرا ملاحظہ فرمائیں، مرزا کہتا ہے:

''اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے عہد میں یہی معنی آیت ''وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ '' (آلِ عمران:۱۴۴) کے کیے گئے، یعنی سب رسول فوت ہو چکے ہیں، پس حضرت عیسیٰ رسول نہیں تھے جو فوت سے باہر رہ گئے، پھر باوجود اس اجماع کے فیج اعوج کے زمانہ کی تقلید کرنا دیانت سے بعید ہے، امام مالک کا بھی یہی مذہب تھا کہ حضرت عیسیٰ فوت ہو گئے ہیں، پس جبکہ سلف الائمہ کا یہ مذہب ہے تو تو دوسروں کا بھی یہی مذہب ہوگا، اور جن بزرگوں نے اس حقیقت کے سمجھنے میں خطا کی وہ خطا خدا تعالیٰ کے نزدیک درگزر کے لائق ہے، اس دین میں بہت سے اسرار ایسے تھے کہ درمیانی زمانہ میں پوشیدہ ہو گئے تھے، مگر مسیح موعود کے وقت ان غلطیوں کا کھل جانا ضروری تھا، کیونکہ وہ حکم ہو کر آیا، اگر درمیانی زمانہ میں یہ غلطیاں نہ پڑتیں تو پھر مسیح موعود کا آنا فضول اور انتظار کرنا بھی فضول تھا، کیونکہ مسیح موعود مجدد ہے اور مجدد غلطیوں کی اصلاح کے لیے ہی آیا کرتے ہیں، وہ جس کا نام جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم رکھا، وہ کس بات کا حکم ہے؟ اگر کوئی اصلاح اس کے ہاتھ سے نہ ہو، یہی سچ ہے مبارک وہ جو قبول کریں اور خدا سے ڈریں۔''

آئیں اب مرزا قادیانی کی مذکورہ بالا تحریر کا جائزہ لیتے ہیں۔

مرزا قادیانی کی مذکورہ بالا تحریر کے تناظر میں اب ہمارا یہ سوال ہے، کہ اگر معاذ اللہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نزدیک، اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر سلف الائمہ کے نزدیک بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے تھے، تو پھر مجدد اور مسیح موعود ہونے کی حیثیت سے مرزا قادیانی کن غلطیوں کی اصلاح کرنے آیا تھا؟ کیونکہ بقول مرزا قادیانی جب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر سلف الائمہ کا یہی مذہب تھا، کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں، تو پھر مرزا قادیانی نے آ کر کونسی نئی ہوشیاری دکھائی؟ اور پھر بقول مرزا قادیانی جن بزرگوں نے اس حقیقت (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کی حقیقت) کے سمجھنے میں خطا کی، تو سوال یہ ہے کہ بعد کے بزرگ اس مسئلہ کو سمجھنے میں خطا کیسے کر سکتے ہیں؟ جبکہ ان سے پہلے کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین معاذ اللہ وفاتِ مسیح علیہ السلام کے قائل تھے، کیا ان خطا کرنے والے بزرگوں تک صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہ عقیدہ نہیں آیا تھا، جس کو مرزا قادیانی چودہ سو سال بعد بیان کر رہا ہے؟ پھر بقول مرزا قادیانی کہ:

''اس دین میں بہت سے اسرار ایسے تھے کہ درمیانی زمانہ میں پوشیدہ ہو گئے تھے۔''

یہ تو سراسر مرزا قادیانی کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، اور سلف الائمہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ پر بہتان ہوا کہ درمیانی زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا مسئلہ پوشیدہ ہو گیا، اور اب یہ پوشیدہ بات کھلی تو صرف مرزا قادیانی پر کھلی کہ معاذ اللہ حضرت مسیح علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عقیدے کی کسی بات کا اِخفاء اُمتِ مسلمہ سے نہیں کیا، تو اب پوچھنا یہ ہے کہ اگر معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین اور تبع تابعین کے نزدیک بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا گئے تھے، تو پھر مرزا قادیانی کن غلطیوں کی اصلاح کرنے آیا تھا؟ سوائے اس کے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اُمت کے دیگر بزرگانِ دین پر جھوٹ بول کر اپنے دعوائے مسیحیت کو سچ ثابت کر سکے۔ مرزا قادیانی کے اس دجل وفریب پر إنا للّٰه وإنا إليه راجعون ہی پڑھا جا سکتا ہے۔

مرزا قادیانی کے پاس ''سِرّ'' کی کونسی کلید تھی

مرزا قادیانی روحانی خزائن، جلد:20، ص:472 پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں لکھتا ہے کہ:

''اسی طرح مسیح کی وفات کا مسئلہ بھی ایک عجیب سر ہے، باوجودیکہ قرآن شریف کھول کھول کر مسیح کی وفات ثابت کرتا ہے اوراحادیث سے بھی یہی ثابت ہے، آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات پر جوآیت استدلال کے طور پر پڑھی گئی، وہ بھی اسی کو ثابت کرتی ہے، مگر باوجود اس قدر آشکار ہونے کے خدا تعالیٰ نے اس کو مخفی کرلیا اور آنے والے موعود کے لیے اس کو مخفی رکھا، چنانچہ جب وہ آیا تو اس نے اس راز کو ظاہر کیا، یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے کہ وہ جب چاہتا ہے کسی بھید کو مخفی کر دیتا ہے اور جب چاہتا ہے اسے ظاہر کردیتا ہے۔ اسی طرح اس نے اس بھید کو اپنے وقت تک مخفی رکھا، مگر اب جبکہ آنے والا آ گیا اوراس کے ہاتھ میں اس ''سِرّ'' کی کلید تھی، اس نے اُسے کھول کر دکھا دیا، اب اگر کوئی نہیں مانتا اور ضد کرتا ہے تو وہ گویا اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کرتا ہے، غرض وفاتِ مسیح کا مسئلہ اب ایسا مسئلہ ہوگیا ہے کہ اس میں کسی قسم کا اِخفاء نہیں رہا، بلکہ ہر پہلو سے صاف ہوگیا ہے۔ قرآن شریف سے مسیح کی وفات ثابت ہوتی ہے، احادیث وفات کی تائید کرتی ہیں۔''

مرزا قادیانی کی مذکورہ بالاتحریریوں تو جھوٹ کامکمل پلندہ ہے، لیکن حق لگتی بات یہ ہے، کہ

عقائد ایسی صفات ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے کلام میں اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کے ذریعے اور پھر آگے ان انبیاء کرام علیہم السلام کے حواریین تک انسانیت کی دنیاوی واُخروی فلاح و بہبود کے لیے کھول کھول کر بیان کرتا ہے، خصوصاً انبیاء کرام علیہم السلام پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے یہ بھاری ذمہ داری ہوتی ہے، کہ وہ انسانوں تک عقائد کی ہر چھوٹی بڑی بات پہنچا ئیں، اور ساتھ ہی ساتھ شریعت کے تمام اُصول وضوابط بھی اُمت تک جائیں، یعنی ان میں کسی قسم کا اِخفاء نہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے، اور نہ ہی معاذ اللہ انبیاء کرام علیہم السلام اس حوالے سے کسی قسم کے اِخفاء کو روا رکھتے ہیں، چنانچہ اگر مرزا قادیانی کے بقول:

> ''قرآن شریف کھول کھول کر وفات مسیح ثابت کرتا ہے اور احادیث سے بھی یہی ثابت ہے۔''

تو پھر ایسی عقیدے کی بات کو بقول مرزا قادیانی: **''خدا تعالیٰ نے اس کو مخفی کر لیا۔''** یہ کیسے ممکن ہے، کہ اس قدر اہم عقیدہ کی بات کو اللہ تعالیٰ مخفی کرلے، حالانکہ مرزا قادیانی خود یہ بھی مان رہا ہے کہ: **''وفاتِ مسیح کا مسئلہ اب ایسا مسئلہ ہوگیا ہے کہ اس میں کسی قسم کا اِخفاء نہیں رہا۔''** یعنی ایک طرف مرزا کہتا ہے: **''یہ مسئلہ مخفی رکھا۔''** اور دوسری طرف کہتا ہے کہ: **''اس میں کسی قسم کا اخفاء نہیں رہا۔''** بھئی جب معاذ اللہ مرزا قادیانی کے کہنے کے مطابق: **''قرآن شریف سے مسیح کی وفات ثابت ہوتی ہے، احادیث وفات کی تائید کرتی ہیں۔''** تو پھر مرزا قادیانی کے پاس اس **''سِرّ''** کی کونسی **''کلید''** تھی، جس نے وفاتِ مسیح علیہ السلام کے **''بھید''** کو کھول دیا، جبکہ مرزا قادیانی خود کہتا ہے کہ: **''قرآن شریف اور احادیث وفاتِ مسیح کی تائید کرتی ہیں۔''** (تو پھر پیچھے اس مسئلہ میں کونسا ایسا بھید رہ گیا، جس کو مرزا قادیانی کو کھولنے کے لیے جان جوکھوں میں ڈالنی پڑی) مگر بات وہی ہے کہ خود کو مسیح موعود ثابت کرنے کے خبط نے مرزا قادیانی کو مخبوط الحواس بنادیا تھا۔

غلامی کا سہرا پہن کر فخر کرتا رہا

روحانی خزائن، جلد:19، ص،113 پر مرزا قادیانی کہتا ہے کہ:

''مجھے کب اس بات کا دعویٰ ہے کہ میں عالم الغیب ہوں، جب تک مجھے خدا نے اس طرف توجہ نہ دی اور بار بار نہ سمجھایا کہ تو مسیح موعود ہے اور عیسیٰ فوت ہو گیا ہے، تب تک میں اسی عقیدہ پر قائم تھا جو تم لوگوں کا عقیدہ ہے۔''

پھر اسی صفحہ پر آگے چل کر لکھتا ہے:

''حالانکہ اسی براہین میں میرا نام عیسیٰ رکھا گیا تھا اور مجھے خاتم الخلفاء ٹھہرایا گیا تھا، اور میری نسبت کہا گیا تھا کہ تو ہی کسرِ صلیب کرے گا۔''

اسی صفحہ پر آگے چل کر مرزا قادیانی نے مزید کیا قلابازی لگائی، ملاحظہ فرمائیں:

''پھر میں تقریباً بارہ برس تک جو ایک زمانہ دراز ہے، بالکل اس سے بے خبر اور غافل رہا کہ خدا نے مجھے بڑی شد و مد سے براہین میں مسیح قرار دیا ہے اور حضرت عیسیٰ کی آمدِ ثانی کے رسمی عقیدہ پر جما رہا، جب بارہ برس گزر گئے تب وہ وقت آ گیا کہ میرے پر اصل حقیقت کھول دی جائے، تب تواتر سے اس بارہ میں الہامات شروع ہوئے کہ تو ہی مسیح موعود ہے۔''

مرزا قادیانی کو اپنے بارے میں یہ دعویٰ بھی تھا کہ:

''پس مجھے سمجھ لو کہ میں خدا کی روح سے بولتا ہوں۔'' (نزول المسیح، ص:24)

پوچھنا یہ ہے کہ مرزا قادیانی اگر خدا کی روح سے بولتا تھا، اور اس بات کو مان کر چل رہا تھا کہ:

''قرآن شریف سے مسیح کی وفات ثابت ہوتی ہے، احادیث وفات کی تائید کرتی ہیں۔''

(روحانی خزائن، جلد:20، ص:472)

تو پھر مرزا قادیانی کیونکر لوگوں (مسلمانوں) کے عقیدۂ حیاتِ مسیح علیہ السلام پر قائم رہا، گویا کہ خدا کی روح سے بولنے والا خود برسوں تک حیاتِ مسیح علیہ السلام کے عقیدہ سے منسلک رہا، اور جب مرزا قادیانی کے بقول قرآن شریف اور احادیث وفات کی تائید کرتی ہیں، تو پھر مرزا قادیانی قرآن شریف اور احادیث سے منہ موڑ کر مسلمانوں کے عقیدۂ حیاتِ مسیح علیہ السلام سے کیوں چپکا رہا؟ اور پھر مرزا قادیانی کو اپنے بارے میں یہ دعویٰ بھی رہا کہ:

''میری نسبت کہا گیا کہ تو ہی کسرِ صلیب کرے گا۔''

واقعی کیا مرزا قادیانی نے کسرِ صلیب کا حق ادا کر دیا تھا، مگر وہ کیسے؟ اس سوال کا جواب مرزا قادیانی کے پیروکاروں پر ہی چھوڑ دیتے ہیں۔

اندازہ کیجیے کہ خدا کی روح سے بولنے والا اور کسرِ صلیب کرنے والا، ساری زندگی غلامی کا سہرا پہن کر فخر کرتا رہا اور اُسے خدا کی طاقت اور جھوٹی محبت جتلاتا رہا اور خدا کی روح سے بولنے والا یہ جانتے ہوئے، کہ معاذ اللہ قرآن شریف اور احادیث وفاتِ مسیح علیہ السلام کو بتا چکی ہیں، پھر بھی لاعلم بنا رہا اور مسلمانوں کے عقیدۂ حیاتِ مسیح علیہ السلام پر قائم رہا، حالانکہ مرزا قادیانی کو اپنے بارے میں یہ دعویٰ بھی تھا کہ:

''اور یہ (مرزا غلام احمد) اپنی طرف سے نہیں بولتا، بلکہ جو کچھ تم سنتے ہو یہ خدا کی وحی ہے۔''
(اربعین، روحانی خزائن، جلد:17، ص:426)

اور اُدھر اپنے بارے میں معاذ اللہ وحی کا دعویٰ رکھنے والے مرزا قادیانی کا حال یہ ہے، کہ وہ اس بات سے بارہ برس تک بالکل بے خبر اور غافل رہا کہ براہین میں اُسے مسیح موعود قرار دیا گیا ہے، مگر اس کے باوجود وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمدِ ثانی کے عقیدہ پر جما رہا، جبکہ معاذ اللہ مرزا قادیانی یہ

اقرار کرتا ہے کہ قرآن شریف اور احادیث وفاتِ مسیح کی تائید کرتی ہیں اور امام مالک رحمہ اللہ اور دیگر سلف الائمہ بھی اسی کے قائل تھے، تو پھر مرزا قادیانی کی وحی اُسے ایک عرصہ تک حیاتِ مسیح علیہ السلام کے عقیدہ پر قائم رہنے کے لیے کیوں مجبور کرتی رہی؟ اور وہ کونسی ''اصل حقیقت'' تھی جس کو مرزا قادیانی کی وحی آشکار نہ کرسکی، مگر سچی بات ہے کہ جھوٹے آدمی کی باتوں میں تضاد بیانی بہت ہوتی ہے، اور اسی بات کا اقرار خود مرزا قادیانی کو بھی ہے کہ:

''جھوٹے کے کلام میں تناقض ضرور ہوتا ہے۔''

(براہینِ احمدیہ، روحانی خزائن، جلد:21، ص:275)

اور ہم بھی مرزا قادیانی کو اسی کے فتویٰ کی کسوٹی پر دیکھتے ہیں، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ مرزا قادیانی کے کلام میں جگہ جگہ تناقض پایا جاتا ہے۔

مسیح کی تقسیم کرنے والا بے نقاب

روحانی خزائن، جلد:3،ص: 451 پر مرزا قادیانی نے جو قلا بازیاں لگائی ہیں، وہ ملاحظہ فرمائیں:

''سو وہ باتیں ان پر مخفی رہیں، اور ہم پر کھولی گئیں، مثلاً اس بات کے انتظار میں بہت سے لوگ گزر گئے کہ سچ مچ مسیح ابن مریم ہی دوبارہ دنیا میں آ جائے گا، اور خدا واحد کی حکمت اور مصلحت نے قبل از وقت اُن پر یہ راز نہ کھولا کہ مسیح کے دوبارہ آنے سے کیا مراد ہے۔''

پھر مرزا قادیانی مزید دو تین سطروں کے بعد لکھتا ہے کہ:

''اس لیے خدائے تعالیٰ نے چاہا کہ اب اصل حقیقت ظاہر کرے، سو اُس نے ظاہر کر دیا کہ مسلمانوں کا مسیح مسلمانوں میں سے ہی ہوگا، جیسا کہ بنی اسرائیل کا مسیح بنی اسرائیل میں سے ہی تھا۔ اور اچھی طرح کھول دیا کہ اسرائیلی مسیح فوت ہو چکا ہے اور یہ بھی بیان کر دیا کہ فوت شدہ پھر دنیا میں آ نہیں سکتا، جیسا کہ جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں مشکوٰۃ کے باب مناقب میں اسی کے مطابق لکھا ہے، اور وہ یہ ہے: ''**قال قد سبق القول مني أنهم لا يرجعون**.'' (رواہ الترمذی) یعنی جو لوگ دنیا سے گزر گئے، پھر وہ دنیا میں نہیں آئیں گے۔''

قارئین کرام! میری اوپر کی چار اقساط میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات و وفات کے

بارے میں مرزا قادیانی کی یہ گردان بار بار پڑھ آئے ہیں کہ:

''مجھ پر اصل حقیقت کھول دی گئی۔''، ''مخفی راز مجھ پر ظاہر کر دیا گیا۔''، ''پوشیدہ بات مجھے بتا دی گئی۔''

بھئی! مرزا قادیانی کی بات کو تو تب اہمیت ہو جب اس نے یہ نہ کہا ہوتا کہ:

''باوجودیکہ قرآن شریف کھول کھول کر مسیح کی وفات کو ثابت کرتا ہے، اور احادیث سے بھی یہی ثابت ہے۔'' (روحانی خزائن، جلد:20، ص:472)

جب بقول مرزا قادیانی کے معاذ اللہ حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات قرآن شریف اور احادیث سے ثابت شدہ ہے، تو پھر یہ جھوٹ بولنے کی بھلا کیا ضرورت ہے کہ:

''مجھ پر اصل حقیقت کھول دی گئی۔''، ''مخفی راز مجھ پر ظاہر کر دیا گیا۔''، ''پوشیدہ بات مجھے بتا دی گئی۔''

دوسری بات یہ کہ مسلمانوں کا مسیح اور بنی اسرائیل کا مسیح .... یہ وہ پہلی تقسیم ہے جو ہم مرزا قادیانی کے منہ سے سن رہے ہیں، اس بنا پر مرزا قادیانی کو شرم آنی چاہیے تھی، کہ جب وفاتِ مسیح کو ثابت کرنا ہو تو قرآن کریم اور احادیثِ مبارکہ سے دلیل دیتا ہے، اور جب اپنے دعوائے مسیحیت کا اُلّو سیدھا کرنا ہو تو مسلمانوں کا مسیح اور بنی اسرائیل کا مسیح کی تقسیم کرنے لگتا ہے، حالانکہ یہ بات مسلمہ حقیقت ہے کہ عیسائی اور مسلمان دونوں اپنی اپنی جگہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مانتے ہیں، مگر بنی اسرائیل کے مسیح اور مسلمانوں کے مسیح کی تقسیم مرزا قادیانی نے محض اپنے دعوائے مسیحیت کی ڈفلی بجانے کے لیے کی۔

تیسری بات یہ کہ ''حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مطابق جو لوگ دنیا سے گزر گئے، پھر وہ دنیا میں نہیں آئیں گے۔'' اس بات میں تو کوئی شک نہیں کہ جو لوگ دنیا سے جا چکے، اب وہ قیامت کے دن ہی اُٹھیں گے، مگر حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ کہاں فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی دنیا سے جا چکے ہیں؟! بلکہ اس کے برعکس حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہلِ اسلام کا اجماعی عقیدہ بیان کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث شریف بیان کی ہے، کہ:

''میری امت میں ایک جماعت (قرب) قیامت تک حق کے لیے سربلندی کے ساتھ برسرِ پیکار رہے گی، فرمایا: پس عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے تو اس جماعت کا امیر ان سے کہے گا کہ: ''آیئے! نماز پڑھایئے۔'' آپ فرمائیں گے: نہیں، اللہ نے اس اُمت کو اعزاز بخشا ہے، اس لیے تم (ہی) میں سے بعض بعض کے امیر ہیں۔'' (مسلم واحمد، بحوالہ: علاماتِ قیامت اور نزولِ مسیح علیہ السلام، ص: 64)

مگر کیا کیجیے کہ مرزا قادیانی کو جھوٹ بولتے ہوئے شرم بھی تو نہیں آتی، حالانکہ خود مرزا قادیانی کو بھی یہ اقرار رہا ہے، لہٰذا اپنی کتاب ازالۂ اوہام، طبع پنجم، ص: 230-231 پر مرزا قادیانی کو قربِ قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے حوالے سے اس عقیدے کا اقرار رہا کہ:

''مسیح ابن مریم کے آنے کی پیش گوئی ایک اول درجہ کی پیش گوئی ہے، اور یہ کہ تواتر کا اول درجہ اس کو حاصل ہے، انجیل بھی اس کی مصدق ہے۔''

مگر بات وہی ہے کہ جب مرزا قادیانی نے خود اپنے لیے دعوائے مسیحیت کیا، تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع ونزول کو سربستہ رازوں میں شمار کرنا شروع کر دیا، تاکہ بھولے بھالے لوگوں کو دھوکا دے سکے۔

مرزا قادیانی کے بچوں کا عقیدہ

مرزا قادیانی ہی نہیں، بلکہ اس کے گھر کے بچے بھی یہی عقائد رکھتے تھے، دعووں کے بعد اس میں اتنی تبدیلی آ گئی کہ نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کے عقیدہ کو غلط کہنے لگا، مرزا قادیانی کا سالا میر اسماعیل کہتا ہے کہ میں شاید تیسری جماعت میں تھا، کسی لڑکے نے بتایا کہ وہ جو قادیان کے مرزا صاحب تمہارے گھر میں ہیں، انہوں نے دعویٰ کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں، اور یہ کہ آنے والے مسیح وہ خود ہیں۔ میر اسماعیل کہنے لگا: میں نے اس کی تردید کی کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو زندہ ہیں اور آسمان سے نازل ہوں گے اور پھر آ کر مرزا قادیانی سے ذکر کیا تو اس نے اپنی کتاب فتح اسلام لا کر دے دی۔ (سیرۃ المہدی، جلد نمبر: 1، ص: 22-23)

اس سے یہ ثابت ہوا کہ مرزا کے گھر کے بچے بھی یہی عقیدہ رکھتے تھے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے۔ مرزا قادیانی نے وفاتِ مسیح کا عقیدہ گڑھا اور اپنی مسیحیت کی بنیاد رکھی، پھر اس میں خط کشیدہ عبارت

"حضرت عیسیٰ فوت ہو گئے ہیں۔"

سے یہ سمجھ آتا ہے، جیسے عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ابھی ابھی ہوئی ہے، کیونکہ ماضی بعید کی خبر دینی ہوتی تو یوں کہتا: "فوت ہو گئے تھے۔"

یہ بات بھی ملحوظِ خاطر رکھنے کی ہے کہ عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے بارے میں جتنے اسلامی عقائد ہیں، مرزا قادیانی ان سب کا منکر ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ حضرت مریم صدیقہ طاہرہ (رضی اللہ عنہا) کے بارے میں جتنی آیات ہیں، مرزائی کسی کے بھی قائل نہیں ہیں، نہ وہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بن باپ مانتے ہیں، نہ ان کے معجزات کے قائل ہیں، نہ ان کے رفع ونزول کے قائل ہیں۔ کہتے ہیں کہ وہ کشمیر میں فوت ہو چکے ہیں کشمیر میں ہی ان کی قبر ہے، اور تو اور مرزائی لوگ حضرت مریم صدیقہ طاہرہ علیہا السلام کی پاک دامنی کے بھی منکر ہیں، پھر ان عقائد کا صرف انکار ہی نہیں، بلکہ ان عقائد کا استہزاء بھی کرتے ہیں۔

بہر حال مرزا قادیانی کے پیروکار کے لیے الزامی طور پر اتنا ہی کافی ہے کہ وہ کسی اسلامی عقیدے کے قائل نہیں اور یہ کہ مرزا خود یہی عقیدہ رکھتا تھا، اس نے اگر بدل دیا تو ہم کیا کریں؟! ہم تو اسی عقیدہ پر ہی ہیں جو اُمتِ مسلمہ پہلے رکھتی تھی۔ خزائن جلد نمبر: 21، صفحہ نمبر: 111 میں لکھتا ہے:

''میں بھی تمہاری طرح بشریت کے محدود علم کی وجہ سے یہی اعتقاد رکھتا تھا کہ عیسیٰ ابن مریم آسمان سے نازل ہوگا اور باوجود اس بات کے کہ خدا تعالیٰ نے براہینِ احمدیہ حصص سابقہ میں میرا نام عیسیٰ رکھا اور جو قرآن شریف کی آیتیں پیشگوئی کے طور پر عیسیٰ کی طرف منسوب تھیں، وہ سب میری طرف منسوب کر دیں اور یہ بھی فرما دیا کہ تمہارے آنے کی خبر قرآن وحدیث میں موجود ہے، مگر میں پھر بھی متنبہ نہ ہوا اور براہینِ احمدیہ حصص سابقہ میں میں نے وہی غلط عقیدہ اپنی رائے کے طور پر لکھ دیا اور شائع کر دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے اور میری آنکھیں بند رہیں جب تک خدا تعالیٰ نے بار بار کھول کر مجھ کو نہ سمجھایا کہ عیسیٰ ابن مریم اسرائیلی تو فوت ہو چکا ہے اور وہ واپس نہیں آئے گا اس زمانے اور اس امت کے لیے تو ہی عیسیٰ بن مریم ہے۔

وفاتِ مسیح کا کارنامہ کس کا ہے؟

مرزا قادیانی سے پہلے 1300 سال کے مسلمانوں کا عقیدہ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور سے لے کر مرزا قادیانی تک کے تمام مسلمانوں کا عقیدہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے جسمانی رفع ونزول کا تھا، جیسا کہ خود مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ:

''ایک دفعہ ہم دلی گئے، ہم نے وہاں کے لوگوں کو کہا کہ تم نے 1300 برس سے یہ نسخہ استعمال کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مدفون اور حضرت عیسیٰ کو آسمان پر زندہ بٹھایا........اب دوسرا نسخہ ہم بتاتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کو فوت شدہ مان لو۔''

(ملفوظات، جلد:5، صفحہ:579)

اسی بات کی تائید قادیانیوں کے دوسرے خلیفہ مرزا قادیانی کے بیٹے مرزا بشیر الدین محمود نے بھی کی ہے:

مرزا بشیر الدین محمود نے لکھا ہے کہ:

''پچھلی صدیوں میں قریباً سب دنیا کے مسلمانوں میں مسیحؑ کے زندہ ہونے پر ایمان رکھا جاتا تھا اور بڑے بڑے بزرگ اسی عقیدہ پر فوت ہوئے، اور نہیں کہہ سکتے کہ وہ مشرک فوت ہوئے، گو اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ مشرکانہ عقیدہ ہے، حتیٰ کہ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) باوجود مسیح موعود کا خطاب پانے کے دس سال تک یہی خیال کرتے رہے کہ مسیح آسمان پر زندہ ہے۔''

(انوار العلوم، جلد:2، صفحہ:463)

مرزا قادیانی اور اس کے بیٹے کے حوالے آپ نے ملاحظہ فرما لیے کہ مرزا قادیانی کے آنے سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور سے لے کر مرزا قادیانی تک تمام مسلمانوں جن میں صحابہ کرامؓ، تمام مجددین، فقہاء، مفسرین اور اولیاء اللہؒ شامل ہیں، ان کا یہی عقیدہ تھا کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اُٹھالیا تھا اور وہ قربِ قیامت نازل ہوں گے۔

مرزا قادیانی کے پیروکاروں سے اب پوچھنا یہ ہے کہ 1300 برس سے یہ نسخہ حیاتِ مسیح کا موجود تھا یا وفات کا؟ اگر وفات کا تھا تو پھر آپ نے کونسا نیا کارنامہ سرانجام دیا؟

مرزا قادیانی کے نزدیک معاذ اللہ خدا تعالیٰ کو بھی حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات اور ان کی قبر کا علم نہ تھا، مرزا قادیانی ہی پر اس کا انکشاف ہوا ہے۔ گویا مرزا قادیانی نے وہ حقیقت بتادی جس کا اللہ کو بھی علم نہ تھا۔ اس نظریہ کے مطابق بھی مرزا قادیانی کے دائرۂ اسلام سے خارج ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا۔

مرزا قادیانی نے خانہ ساز وفاتِ مسیح کا جو نقطہ پیش کیا، بقول مرزا قادیانی اور اس کے پیروکاروں کے وفاتِ مسیح کے عقیدے کے راز کو کھولنے کی وجہ سے عیسائیت کی کمر توڑ کے رکھ دی۔

مرزا قادیانی کہتا ہے کہ:

> ''میرے آنے کے دو مقصد ہیں: مسلمانوں کے لیے یہ کہ وہ سچے مسلمان ہوں اور عیسائیوں کے لیے کسرِ صلیب ہو، اُن کا مصنوعی خدا نظر نہ آوے، دنیا ان کو بھول جاوے۔'' (ملفوظات، ج: 8، ص: 148، 1905ء)

مرزا قادیانی کو اپنی زندگی میں کسرِ صلیب کو پاش پاش کرنے کا 22 مئی 1893ء سے لے کر 5 جون 1893ء تک تقریباً 15 دن ایک ہی موقع ملا تھا، جب عیسائیوں کے ایک معروف پادری مسٹر عبداللہ آتھم اور مرزا قادیانی کے درمیان امرتسر شہر میں ڈاکٹر مارٹن کلارک کی کوٹھی میں مناظرہ طے پایا تھا....لیکن افسوس!!!

اس مناظرہ میں مرزا قادیانی تو کیا عیسائیت کی کمر توڑتا، اس کی اپنی کمر ٹوٹ گئی تھی، اس مناظرہ کا اُلٹ اثر یہ ہوا کہ منشی محمد اسماعیل منتظم مباحثہ، محمد یوسف مرزائی مباحثہ کا سیکرٹری اور مرزا

قادیانی کی بیوی کا خالہ زاد بھائی میر محمد سعید عیسائی ہو گئے۔اب ہمارا تمام مربیان سے سوال یہ ہے کہ عیسائیت کی کمر کسرِ صلیب اور وفاتِ مسیح سے ٹوٹتی ہے،تو یہ معرکہ مرزا قادیانی کا موضوع معروف و مشہور شاہکار و حربہ وفاتِ مسیح کے عنوان اور اس کے دلائل سے کیوں خالی تھا؟!

مرزا قادیانی کی آخری تحقیق

مرزا قادیانی کی آخری تحقیق جس پر مرزائیوں کو بڑا فخر ہے، وہ یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام کو معاذ اللہ سولی پر لٹکا دیا گیا، پھر فوت شدہ سمجھ کر اُتار لیا گیا، مگر ان کی وفات نہ ہوئی تھی، اس کے بعد چپکے سے کشمیر چلے گئے۔ اول تو یہ دعویٰ قطعاً غلط بلا دلیل ہے، قرآن وحدیث میں تو کیا بائبل میں بھی اس کا ذکر نہیں، دوسرا اس میں قرآن کی تکذیب ہے۔ مرزائی بات تو قرآن کی کرتے ہیں اور حوالہ بائبل کا دیتے ہیں، بائبل عیسائیوں کی کتاب ہے اس کو قرآن کے مقابل پیش کرنا عیسائیوں کا کام ہے، نہ کہ کسی مسلمان کا۔ مرزا قادیانی کو اپنی صلیب شکنی کا بڑا گھمنڈ تھا، اس صلیب کے متعلق لاہور کے ایک مسیحی رسالہ ''تجلی'' نے کیا خوب لکھا ہے کہ:

دینی تحقیقات کے لحاظ سے دو باتیں ہیں، جن کا تعلق اسلام کے ساتھ ہے اور وہ مرزا قادیانی کی طرف منسوب ہوگئیں، ایک مسیح کا واقعہ صلیب دیا جانا، اس کا تذکرہ انجیل میں وضاحت سے آیا ہے، مرزا قادیانی نے قرآن کی آیت ''مَاصَلَبُوْهُ'' (صلیب نہیں دی گئی) کی مزید تاویل کی اور اس کو ''صَلَبُوْهُ'' (صلیب دی گئی) قرار دے کر بڑے زور وشور سے اس کی حمایت کی اور اسی پر اپنے تمام باطل دعووں کی بنیاد رکھی۔ مرزا قادیانی نے مسیح کے صلیب دیئے جانے کے عقیدے کو اس درجے تسلیم کیا کہ ''مَاصَلَبُوْهُ'' سے قطعی انکار کر کے اس کی ایسی تاویل کی کہ جس سے ''مَا'' نافیہ حرف زائد بن گی۔ یہ عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان بہت بڑا اختلاف چلا آ رہا تھا، مرزا قادیانی نے دانستہ عیسائیوں کی حمایت میں اپنی ساری قوتِ تاویل صرف کردی۔

اور لطف یہ کہ وہی بات جسے عیسائی صلیب کا قائم کرنا سمجھتے ہیں، مرزا قادیانی نے اس کا نام کسرِ صلیب رکھ دیا اور مرنے سے ایک دن پہلے تک برابر اسی کے نصب و قیام میں مصروف رہا، لیکن قارئین یہ خیال نہ کرنا کہ اس میں مرزا قادیانی کی کوئی جدت تھی، بلکہ یہ لفظ بلفظ وہ تحقیقات تھیں جو سرسید اپنی تفسیر میں بیان کر چکا تھا اور اس میں مرزا قادیانی احمد نیچری (سرسید) کا شاگردِ رشید تھا۔

مرزائی کہتے ہیں کہ بعض مصری علماء نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے کشمیر جانے اور وہاں مدفون ہو جانے کو ممکن لکھا اور بعض مصری علماء نے لکھا ہے کہ ایسی کوئی نص نہیں جس سے اس پر مطمئن ہو جائیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جسم سمیت آسمان کی طرف اُٹھایا گیا۔

ایک بات سمجھ لینے کی ہے کہ کسی کے نام کے ساتھ مصری لگ جانے کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ اس سے باز پرس نہیں کرے گا، فرعون بھی مصر کا تھا، ہم نے مصریوں کا کلمہ نہیں پڑھا، نہ ہمیں قبر یا حشر میں ان کا نام کسی کام آئے گا، ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلمہ پڑھا ہے، قبر میں اُن کا کلمہ ہی سنانے کی تمنا ہے، آخرت میں انہی کے جھنڈے تلے رہنے کی چاہت ہے، اگر یہ مصری علماء عیسیٰ علیہ السلام کے رفع اور نزول کے قائل ہوں تو اچھی بات، ورنہ خدا تعالیٰ کی بنائی ہوئی دوزخ اتنی تنگ نہیں جس میں یہ نہ سما سکیں۔

کشمیر جانے کا یہ نظریہ رد ہو چکا ہے کہ اس میں ایک تو منصبِ نبوت کی توہین ہے، دوسرا اس طرح اُمت کی گمراہی کی ذمہ داری حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر پڑتی ہے جو یقیناً باطل ہے۔

دورِ قدیم کے ہوں یا جدید کے، تمام کے تمام منکرینِ حیاتِ مسیح علیہ السلام کے بارے میں متفقہ فیصلہ ہے کہ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ نزولِ عیسیٰ علیہ السلام پر احادیث کے متواتر ہونے کی تصریح امام ابوجعفر ابنِ جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ، ابوالحسن آبری رحمۃ اللہ علیہ، ابنِ عطیہ مغربی رحمۃ اللہ علیہ، ابنِ رشد الکبیر رحمۃ اللہ علیہ، قرطبی رحمۃ اللہ علیہ، ابو حیان رحمۃ اللہ علیہ، ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ، ابنِ حجر رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ ائمہ دین اور حفاظِ حدیث نے کی ہے، جیسا کہ شیخ محقق علامہ کوثری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ ''**نظرة عابرة فی مزاعم من ینکر نزولِ عیسیٰ قبل الآخرة**''، ص:10 میں نقل کیا ہے۔ شیخ کوثری رحمۃ اللہ علیہ اسی رسالہ کے ص:7 پر فرماتے ہیں کہ:

''ایک طرف تمام صحابہ رضوان اللہ عنہم وتابعین، فقہاء ومحدثینؒ اور مفسرینؒ و متکلمینؒ ہیں، جن کی تائید میں کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ اور اجماعِ امت موجود ہے، دوسری طرف یہ متخامل ہے، جس کی تائید میں لے دے کر قادیان کا مرزا کذاب ہے یا کسی زمانہ میں طرہ کا فلسفی تھا اور بس۔''

صفحہ: 19 پر فرماتے ہیں کہ:

''کتاب اللہ، سنتِ متواتر اور اجماعِ اُمت عقیدۂ نزولِ مسیح علیہ السلام پر متفق ہیں۔''

صفحہ: 36 پر کتاب اللہ کی روشنی میں حیات ونزولِ مسیح علیہ السلام پر طویل بحث کے بعد فرماتے ہیں کہ:

''اور یہ بھی واضح ہوا کہ تنہا قرآنی نصوص ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ اُٹھائے جانے اور آخری زمانے میں ان کے نازل ہونے کو قطعی طور پر ثابت کرتے ہیں، کیونکہ ایسے خیالی احتمالات کا کوئی اعتبار نہیں جو کسی دلیل پر مبنی نہ ہوں، پھر جبکہ قرآنی تصریحات کے ساتھ احادیث متواتر بھی موجود ہوں اور خلفاً عن سلفٍ تمام اُمت اس عقیدہ کی قائل چلی آتی ہو اور دورِ قدیم سے لے کر آج تک اس عقیدہ کو کتبِ عقائد میں ردّ کیا جاتا رہا ہو تو اس کی قطعیت میں کیا شبہ باقی رہ سکتا ہے؟ (اب حق کے بعد گمراہی کے سوا اور کیا رکھا ہے؟)۔''

صفحہ: 37 پر فرماتے ہیں کہ:

''اور ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ قرآن حکیم کے نصوصِ قطعیہ رفع ونزول پر دلالت کرتے ہیں اور ہر زمانے میں ائمہ دین، علمائے اُمت، بالخصوص مفسرین' قرآنی آیات کی یہی مراد سمجھتے چلے آتے ہیں۔''

صفحہ: 38 پر فرماتے ہیں کہ:

''پس جو شخص رفع ونزول کا انکار کرتا ہے، وہ ملتِ اسلامیہ سے خارج ہے، کیونکہ

وہ ہوائے نفس کی رو میں بہہ کر کتاب وسنت کو پس انداز کرتا ہے، اور ملتِ اسلامیہ کے اس قطعی عقیدہ سے روگردانی کرتا ہے، جو کتاب وسنت سے ثابت ہے۔''

صفحہ:40 پر فرماتے ہیں کہ:

''اطرافِ حدیث پر نظر کرنے کے بعد نزولِ مسیح کا انکار بے حد خطرناک ہے، اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے، رفع ونزول کے مسئلہ میں احادیثِ متواتر کا وجود قطعی ہے، اور بزدوی رحمۃ اللہ علیہ نے بحیث متواتر کے آخر میں تصریح کی ہے کہ متواتر کا منکر اور مخالف کافر ہے۔ شیخ بزدوی رحمۃ اللہ علیہ نے متواتر کی مثال میں قرآن حکیم، نمازِ پنجگانہ، تعداد، رکعات اور مقادیرِ زکوٰۃ جیسی چیزوں کا ذکر کیا ہے، اور کتبِ حدیث میں نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر، مقدیرِ زکوٰۃ سے کسی طرح کم نہیں، پھر جب مقادیرِ زکوٰۃ کا منکر کافر ہے، تو نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کا منکر کیوں کافر نہ ہوگا؟''

صفحہ نمبر:47 پر فرماتے ہیں کہ:

''نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ صرف کسی ایک مذہب کا عقیدہ نہیں، بلکہ یہ اجماعی عقیدہ ہے، کوئی مذہب ایسا نہیں ملے گا جو اس کا قائل نہ ہو، چنانچہ فقہِ اکبر بروایتِ حماد، فقہِ اوسط بروایت ابو مطیع الوصیۃ بروایت ابی یوسف اور عقیدۂ طحاوی سے واضح ہے کہ امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے تمام متبعین عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کا عقیدہ رکھتے ہیں، نصف امت تو یہی ہوئی، اسی طرح امام مالکؒ اور تمام مالکیہ اور تمام شافعیہ اور سب کے سب اس عقیدہ پر متفق ہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ نے عقائدِ اہلِ سنت کے بیان میں جو چند خطوط اپنے شاگردوں کے نام لکھے تھے، ان سب میں یہ عقیدہ مذکور ہے۔ یہ رسائل اہلِ علم کے یہاں صحیح سندوں سے ثابت اور مناقب احمد لابن جوزیؒ اور طبقات حنابلہ لابی یعلیٰؒ

میں مدون ہیں۔ اسی طرح ظاہر یہ بھی نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کے قائل ہیں، چنانچہ ابنِ حزم کی تصریح کتاب الفصل، ص: 249 جلد: 3 میں اور المحلیٰ، ص: 9، جلد: 1، صفحہ: 391، جلد: 7 میں موجود ہے، بلکہ معتزلہ بھی اسی کے قائل ہیں، جیسا کہ علامہ زمخشریؒ کے کلام سے واضح ہے، اسی طرح شیعہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ اب ایسا مسئلہ جس کی دلیل تمام صحاح، تمام سنن اور تمام مسانید میں موجود ہو اور تمام اسلامی فرقے جس کے قائل ہوں اس میں مذہبی تعصب کا گمان کیسے ہوسکتا ہے؟''

صفحہ: 49 پر فرماتے ہیں کہ:

''مہدی علیہ الرضوان دجال اور مسیح علیہ السلام کے بارے میں احادیث کا تواتر ایسی چیز ہے، جس میں حدیث کے معمولی طالب علم کے لیے بھی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔''

صفحہ: 57 پر فرماتے ہیں کہ:

''صدرِ اول سے لے کر آج تک کتبِ عقائد کا مسئلہ رفع ونزول پر متفق ہونا ایسی چیز ہے جو اس عقیدے پر اجماع کے منعقد ہونے میں ادنیٰ شک وشبہ کی گنجائش نہیں چھوڑتی۔''

حافظ ابن حزمؒ ''مراتب الإجماع'' میں لکھتے ہیں کہ:

''اجماعِ ملتِ حنفیہ کے قواعد میں سے ایک عظیم الشان قاعدہ ہے کہ جس کی طرف رجوع کیا جاتا ہے، اس کی پناہ لی جاتی ہے اور اس کے مخالف کی تکفیر کی جاتی ہے۔''

شیخ کوثریؒ ''الإشفاق'' اور ''النظرة'' میں فرماتے ہیں کہ:

''اجماع کے حجتِ شرعیہ ہونے پر تمام فقہائے اُمت متفق ہیں اور اُسے (کتاب وسنت کے بعد) تیسری دلیل شرعی قرار دیتے ہیں، حتیٰ کہ ظاہریہ بھی فقہ سے بُعد کے باوجود اجماعِ صحابہؓ کو حجت مانتے ہیں، بلکہ بہت سے علماء نے

یہاں تک تصریح کی ہے کہ مخالفِ اجماع کافر ہےاور دلائل سے یہ ثابت ہے کہ یہ اُمت ''من حیث المجموع'' خطا سے محفوظ ہے،''**شھداء علی الناس** '' ہے اور خیرِ اُمت ہے جو انسانوں کی خیر وفلاح کے لیے لائی گئی ہے، معروف کا حکم کرتی ہےاور منکر سے روکتی ہے۔ان کا پیروکار انابت الیٰ اللہ کے راستے پر ہے، ان کا مخالف اہلِ ایمان کے راہ سے برگشتہ اور تمام علمائے دین کا مخالف ہے۔ (چندسطر بعد لکھتے ہیں) جب اہلِ علم اجماع کا ذکر کرتے ہیں تو اس سے مرادا نہی حضرات کا اتفاق ہوتا ہے، جو مرتبۂ اجتہاد پر فائز ہوں، نیز وہ ورع وتقویٰ سے موصوف ہوں جو انہیں محارم اللہ سے روک سکے، تاکہ ان کے حق میں لوگوں پر گواہ کا مفہوم صادق آئے، اس لیے جن لوگوں کا مرتبہ اجتہاد پر فائز ہونا علماء کے نزدیک مسلم نہیں، مسئلہ اجماع میں ان کا کلام قابلِ التفات نہیں، خواہ وہ صالح اور پرہیزگار بھی ہوں۔''

''**النظرۃ**'' کے صفحہ:60 پر فرماتے ہیں کہ:

''اجماع کے معنی یہ نہیں کہ ہر مسئلہ کے لیے ایک لاکھ صحابہ کرامؓ کے ناموں پر مشتمل کئی کئی رجسٹر مرتب کیے جائیں اور پھر ہر صحابیؓ سے روایت ذکر کی جائے، بلکہ صحتِ اجماع کے لیے اتنا کافی ہے کہ مجتہدین صحابہؓ ''جو تقریباً بیس ہوں'' سے صحیح روایت موجود ہو اور ان میں سے کسی کا اختلاف ثابت نہ ہو، بلکہ بعض مقامات پر ایک دو صحابہؓ کی مخالفت بھی صحتِ اجماع کے لیے مضر نہیں ہوتی، یہی صورت عہدِ تابعینؒ اور تبع تابعینؒ میں سمجھنی چاہیے۔''

صفحہ:62-63 پر فرماتے ہیں کہ:

''نزولِ عیسیٰ علیہ السلام پر تیس صحابہ کرامؓ کی تصریح اور ان کے آثارِ موقوفہ علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کی کتاب'' **التصریح بما تواتر في نزول المسیح** ''میں موجود ہیں اور کسی ایک صحابیؓ سے اس کے خلاف ایک حرف بھی

منقول نہیں، پس اگر ایسا مسئلہ بھی اجماعی نہیں تو کہنا چاہیے کہ دنیا میں کوئی اجماعی مسئلہ ہی موجود نہیں۔''

شیخ کوثری رحمۃ اللہ علیہ امام تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ:

''نقل کبھی ظنی ہوتی ہے تو اجماع سے قطعی بن جاتی ہے۔''

الغرض نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ قرآن حکیم، سنتِ متواترہ اور چودہ سو سالہ اُمت کے قطعی اجماع کی روشنی میں آفتاب نصف النہار سے زیادہ روشن ہے، احادیثِ نبویہ میں نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کے مسئلہ پر جس قدر حلفیہ تاکیدات فرمائی گئی ہیں، اس کی نظیر کسی دوسرے مسئلہ میں نظر نہیں آتی، ان تمام تاکیدات کا منشأ یہ ہے کہ یہ مسئلہ عام لوگوں کے لیے محلِ حیرت وتعجب، بلکہ بعض نادانوں کے لیے باعثِ ردو انکار ہوگا، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

''ضرور بالضرور ایسا ہوگا کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام حاکم عادل کی حیثیت سے نازل ہوں گے، پس وہ ضرور بالضرور صلیب کو توڑ ڈالیں گے اور ضرور بالضرور خنزیر کو قتل کریں گے، اور ضرور بالضرور جزیہ کو موقوف کردیں گے اور ضرور بالضرور (اُن کے زمانے میں جو اُن اونٹنیوں کو چھوڑ دیا جائے گا، پس اُن پر سواری نہ ہوگی، اور ضرور بالضرور لوگوں کے درمیان سے بغض اور کینہ جاتا رہے گا، اور یقیناً وہ لوگوں کو مال کی طرف بلائیں گے، مگر کوئی اُسے قبول نہیں کرے گا۔''

حدیث کے ہر فقرہ پر تاکیدات ملاحظہ ہوں، یہ مسند احمد اور صحیح مسلم کی روایت کے الفاظ ہیں اور صحیح بخاری میں یہ الفاظ درج ہیں کہ:

''اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، ضرور بالضرور تم میں عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے۔''

پھر ان حلفی تاکیدات پر بس نہیں، بلکہ احادیثِ نبویہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام، کنیت، نسب، والدہ کا نام، نانے کا نام، والدہ ماجدہ کے اوصاف، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صورت و سیرت، رنگ، قد وقامت، بالوں کا رنگ، بالوں کی کیفیت، بالوں کا طول، وغیرہ وغیرہ، سو سے زائد

صفات کی تصریح کی گئی ہے، جیسا کہ مولانا مفتی شفیع صاحبؒ اور دوسرے حضرات نے ان تمام اوصاف کو جمع کر دیا ہے۔

ان تمام اوصاف کو سامنے رکھئے تو ہر قسم کے شک وشبہ کی جڑ کٹ جاتی ہے، مسئلہ نزول میں ہر قسم کی تاویل ومجاز اور تمثیل کا سدِ باب ہو جاتا ہے اور اس باب میں کسی کے لیے زیغ والحاد یا انکار و تحریف کی کوئی گنجائش نہیں رہ جاتی۔

آیت کریمہ: ''وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا '' اپنی تاکیداتِ بلیغہ میں بالکل حدیثِ نبوی کے ہم رنگ ہے۔

عقیدۂ نزولِ مسیح سے انکار کیوں؟

گزشتہ بیانات سے واضح ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کا ثبوت نا قابلِ تردید حقیقت ہے۔قرآنِ کریم نے اس کی تصریح کی ہے،احادیثِ متواترہ قطعیہ نے اس کی شہادت دی ہےاور تمام اُمتِ محمدیہ نے اس پر اجماعی تصدیق کی مہر ثبت کی ہے،لہٰذا اس عقیدہ کا انکار یا تو کھلی جہالت اور واضح الحاد ہے یا اس کی منشأ وہ خیالی وہمی استبعاد ہے،جس پر عقلِ صریح کی کوئی سند نہیں۔یہ استبعاد قدرتِ الٰہیہ کے نشانات اور آیاتِ بینات سے غفلت کا نتیجہ ہے۔

انسانی فہم کی بنیادی کمزوری

انسانی فہم کی فطری کم ظرفی اور بنیادی کمزوری یہ ہے کہ جب اس کے سامنے کسی ایسی حقیقتِ واقعہ کا اظہار کیا جائے،جو اس کے ناقص علم،محدود تجربہ،ناتمام مشاہدہ،کمزور حواس اور ضعیف عقل کی گرفت سے بالاتر ہو،وہ اُسے فوراً ناممکن اور محال کہہ کر اپنے عجز و جہل کو چھپانے کا عادی ہے۔غور فرمایئے!دورِ جدید کی یہ ایجادات و اختراعات جو آج سب کے سامنے ہیں،کیا حد درجہ حیرت انگیز نہیں؟ یہ برقی لہریں،یہ زہریلی گیسیں،یہ تباہ کن اسلحہ،یہ ایٹم بم،یہ ہائیڈروجن بم،یہ فضائی راکٹ،یہ مصنوعی چاند،یہ خلائی سیارے اور یہ فضائی اسٹیشن،پھر یہ راکٹ جو چاند پر اُتارا گیا اور اس کے چاند کی سطح سے ٹکرانے کی آواز یہاں زمین پر ریکارڈ کی گئی اور یہ راکٹ جو سائنس دانوں کے بقول چاند سے صحیح سالم واپس آیا اور یہ عجیب وغریب راکٹ جس میں ’’لائکا‘‘ نامی کتیا کو بھیجا گیا،اور اس میں

ایسے آلات نصب کیے گئے جو کتیا کے دورانِ خون، حرکتِ قلب، حرارتِ جسم، نظامِ تنفّس اور اس کی شریانوں اور پھیپھڑوں کے تمام حالات ریکارڈ کر کے زمین پر بھیجیں اور یہ مصنوعی سیارہ جس سے فضائی حالات، درجۂ حرارت اور شمسی شعاعوں کو ریکارڈ کیا گیا، پھر نصف ٹن کا سیوٹینگ نامی مصنوعی سیارہ جس نے 16 منٹ میں زمین کے اردگرد ایک دورہ مکمل کیا، دورِ جدید کے ان حیرت انگیز انکشافات کو کچھ عرصہ قبل کیا محض وہم وخیال نہیں سمجھا جاتا تھا؟ لیکن آج یہ سب کچھ افسانہ طرازی نہیں، سامنے کے حقائق ہیں، اس طرح نہیں معلوم کتنے حقائق اب تک پردۂ اِخفاء میں ہوں گے، جنہیں عنقریب منصۂ شہوہ پر جلوہ گر ہونا ہے، کیا ان تمام امور کو قبل از وقت محال اور خلافِ عقل کہنا عقل سے بے انصافی نہیں؟ اسی طرح علمِ کیمیا، فزیالوجی اور فلکیات کے عجیب وغریب انکشافات پر غور کرو، مثلاً: 1985ء میں پہلی مرتبہ زہرہ سیارے سے لاسلکی رابطہ قائم کیا گیا، کیا قبل از وقت یہ تمام انکشافات حیرت افزانہ تھے؟

ان فلکیات کو جانے دیجئے! ذرا انہی چیزوں پر غور کیجئے جو سب کو ان آنکھوں سے نظر آ رہی ہیں، یہ فضاؤں میں پرواز کرتے ہوئے طیارے، یہ دریاؤں میں غوطہ زن آبدوزیں، یہ بحرِ منجمد میں شگاف ڈالنے والے ایٹمی بحری جہاز، یہ آواز سے زیادہ تیز رفتار جیٹ طیارے اور اسی نوع کی دیگر سینکڑوں ایجادات، کیا آج نصف صدی پہلے یہ محض خیالی چیزیں نہیں تھیں؟ کیا اس وقت کا انسان ان راکٹوں کی برق رفتاری کا تصور بھی کر سکتا تھا، جو آج پچیس ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے مصروفِ پرواز ہیں؟! کیا پچاس سال پہلے انسان کا وہم تسلیم کر سکتا تھا کہ ایسے مصنوعی سیارے بھی وجود میں آئیں گے جن میں نصب کردہ آلات فضائی حالات کو محفوظ کریں گے، پھر ''لاسلکی'' کے ذریعہ یہ فضائی خبریں سینکڑوں میل دور زمین پر سنی جائیں گی؟ کیا کوئی کہہ سکتا تھا کہ ایسے ریڈار بھی ایجاد ہوں گے جو ہزاروں میل سے جیٹ طیاروں کی پرواز اور سمتِ پرواز کا پتہ بتلایا کریں گے؟

ان فضائیات کو بھی رہنے دیجئے، نائلون وغیرہ کے ان عجیب وغریب کپڑوں کو لیجئے جو معدنی مواد سے تیار کیے جاتے ہیں، اور ریشم کی نرمی اور نفاست کی بھی مات کرتے ہیں، کیا تمام چیزیں کسی زمانے میں محض خواب وخیال کے درجے میں نہیں تھیں؟ اگر ماضی قریب میں ان اُمور کو کوئی شخص بیان

کرتا تو اُسے مراق وجنون اور خرافات ولغویات کا نام نہ دیا جاتا؟ لیکن آج یہ روزمرہ کے استعمال کی چیزیں ہیں، جن میں نہ حیرت ہے، نہ استعجاب۔

اب ایک طرف ان اختراعات وایجادات کو رکھو جو انسانِ ضعیف کی مادی عقل نے دریافت کی ہیں، اور دوسری طرف حق تعالیٰ کی قدرت وخالقیت، علم وحکمت اور عزت وبرتری کو سامنے رکھ کر فیصلہ کرو کہ حق تعالیٰ ایک انسان (مثلاً: عیسیٰ علیہ السلام) کو آسمان پر زندہ اُٹھا لینے، وہاں طویل مدت تک زندہ رکھنے اور پھر اُسے زمین پر نازل کرنے کا فیصلہ فرمائیں تو کیا قدرتِ الٰہیہ کے ان نشانات کو ناممکن اور محال کہنا صحیح ہوگا؟ نہیں، ہرگز نہیں، ہاں! انہیں عجیب وغریب کہہ سکتے ہو، خارقِ عادت کا نام دے سکتے ہو، انسانی عقل وفکر سے بالا بتلا سکتے ہو، بلاشبہ ان کو ایسا ہونا بھی چاہیے، کیونکہ یہ انسانی علم وقدرت کا کارنامہ نہیں، بلکہ یہ اس خالقِ کائنات اللہ تعالیٰ کی ''کن فیکون'' صنعت ہے جو علیم بھی ہے اور قدیر بھی، حکیم بھی ہے اور خبیر بھی، اس لیے صادق ومصدوق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن اُمور کی اطلاع دی ہے، اُنہیں خرقِ عادت تو چاہے سو بار کہو، لیکن اُنہیں محال قطعاً نہیں کہا جاسکتا۔

اسی طرح دیگر وہ حقائق جو دینِ اسلام نے بتلائے ہیں، مثلاً: آسمانوں کا وجود، ملائکہ کا وجود، فرشتوں کا ایک لمحہ میں آسمان سے زمین اور زمین سے آسمان پر پہنچ جانا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسرار ومعراج کا واقعہ، یہ تمام اُمور اس کائنات میں قدرتِ الٰہیہ کے عجائبات ہیں، جو قدرتِ خداوندی کے لحاظ سے نہ محال ہیں، نہ مستبعد۔

انسانی مصنوعات اور خدائی مخلوقات کے مابین موازنہ

ایک طرف ان ایجادات کو رکھو اور دوسری طرف حق تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ اور حکمتِ غالبہ کے نشانات کو رکھو، پھر ان میں موازنہ کر کے بتلاؤ کہ کیا انسانی ایجادات کی حیثیت نشان ہائے قدرت کے مقابلہ میں ٹھیک وہی نہیں جو عاقل، بالغ، مردوں اور عورتوں کے حق میں بچوں کے کھلونوں اور بچیوں کی گڑیوں کی ہوا کرتی ہے، اور یہ بھی محض تفہیم اور تقریب الی الذہن کے لیے کہا گیا ہے، ورنہ تمام عقلاء کی ذہنی کاوشیں، اولین و آخرین کی ایجادات، قدرتِ الٰہیہ کے مقابلہ میں تارِ عنکبوت کی حیثیت بھی نہیں رکھتیں، آخر جو اللہ تعالیٰ اپنے ''کن فیکون'' کے ارادے سے ایک لمحہ میں سینکڑوں عالم پیدا کر سکتا ہے، اس کی قوت سے بے چاری مخلوق کی قوت کا موازنہ ہی کب کیا جا سکتا ہے؟! لیکن اس کا کیا کیجئے کہ آج نظیر اور مثال کے بغیر لوگ سمجھنے ہی کی صلاحیت کھو بیٹھے ہیں۔

عجیب وغریب کھلونے جن پر سائنس دانوں کو ناز ہے، جن کی ایجاد پر مدح وتحسین کے ڈونگرے برسائے جاتے ہیں، جن کے اعلانات نے مشرق ومغرب کو چونکا دیا ہے اور جنہیں پسندیدگی، قدردانی، بلکہ حیرت و دہشت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے، ذرا خیال کرو کہ چاند سورج اور ستاروں کے مقابلہ میں ان کی کیا حقیقت ہے؟ جو نامعلوم زمانے سے بے شمار اسرارِ خفیہ پر مشتمل ہونے کے علاوہ ہماری زمین اور فضاء کی لیے ایسے ان گنت فوائد بھی رکھتے ہیں جو بالکل واضح اور روشن ہیں، یہ ہے عزیز وعلیم کی قدرت کا ادنیٰ کرشمہ، پس یہ بلند وبالا فضائی طبقات یہ دور سے نظر آنے والے بے شمار ستارے اور کائنات میں پھیلے ہوئے قدرتِ ربانیہ کے یہ نشانات، کیا عقلمندوں کے لیے حیرت وتعجب کا کوئی سامان نہیں رکھتے؟ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلاً

انسانی عقل کی بے چارگی

یہ تو قدرت کے وہ نشانات ہیں، جن تک ہماری عقل وفکر اور علم ومشاہدہ کی رسائی کسی درجہ میں ہوسکی ہے، اب ان کے مقابلے میں مادہ وکائنات کے اُن پوشیدہ اسرار، پھر نفس وروح کے ان عجائبات پر غور کرو، جو ابھی تک ہماری سرحدِ ادراک سے وراء الوراء ہیں اور خدا جانے کتنے حقائق ابھی تک ایسے ہیں جن کی ماہیت مجہول ہے۔ نہیں معلوم اس کے باطن اور گہرائی کی طبیعت کیا ہے؟ چنانچہ ماہرین علمائے طبیعات کو اعتراف ہے کہ وہ کائنات کے بے شمار اسرار کی دریافت سے قاصر ہیں، اور یہ کہ سائنس کی ان ترقیات کے باوجود ہماری معلومات ہنوز عہدِ طفولیت میں ہیں، حضرت شیخ امام العصرؒ اپنے قصیدہ ''**ضرب الخاتم علی حدوث العالم**'' میں فرماتے ہیں کہ:

''نہایات بر حل ہے، اس میں قبولِ حق کی دعوت ہے اور اس امر کی وضاحت کہ وحیِ الٰہی پر ایمان لانا ہی صراط مستقیم ہے، اور اس سے انکار کرنا شک و وسوسہ کے غار میں گر جانے کے مترادف ہے اور کجراہی وگمراہی ہے۔

خلاصۂ کلام

خلاصۂ کلام یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کا واقعہ اس عالم کے عجیب واقعات میں سے ہے، جس کی قرآن حکیم نے تصریح کی ہے، احادیثِ نبویہ اس واقعہ پر متواتر ہیں، اور عہدِ صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) سے آج تک اُمتِ اسلامیہ نسلاً بعد نسلٍ اس اعتقاد پر

قائم چلی آتی ہے، پھر یہ واقعہ نہ تو قدرتِ الٰہیہ کے اعتبار سے ایسا عجیب ہے، نہ عقلِ صریح کے لحاظ سے محال ہے، نہ موجودہ ترقیاتی ایجادات کی نیرنگیوں کے پیش منظر میں استبعاد کا کسی کو حق حاصل ہے، اس لیے عقیدۂ نزولِ عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانا فرض ہے، اس کا انکار کفر ہے، اور اس کی تاویل کرنا زیغ وضلال اور کفر و اِلحاد ہے۔

اللہ تعالیٰ اُمتِ محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کو صراطِ مستقیم کی توفیق بخشیں اور اُسے ہر قسم کے شر و فساد، ضلال و الحاد اور کفر و عناد سے بچائیں۔

اللّٰہم أرنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وأرنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه، اللّٰہم عافنا فیمن عافیت و أعذنا من کید الکائدین ومکر الماکرین، آمین بجاہ النبي الأمي الأمین صفوۃ البریۃ خاتم النبیین محمدٍ صلی اللّٰہ علیه و علیٰ إخوانه الأنبیاء والمرسلین و الشہداء والصالحین أجمعین

الفقیر إلی اللّٰہ تعالیٰ

سہیل باوا

ختمِ نبوت اکیڈمی، لندن

۱۶ ربیع الثانی ۱۴۴۲ھ، دسمبر 2020ء

حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی (رحمۃ اللہ علیہ) کا عقیدہ

شک کا ازالہ

عظمت شان از مرزا قادیانی

1:..... ''رئیس المحدثین تھے۔'' (ازالہ اوہام، ص:153)

2:..... ''شاہ ولی اللہ رئیس المحدثین تھے۔''

(ازالہ اوہام، ص:155، خزائن، ج:3، ص:179)

3:..... ''شاہ ولی اللہ کامل ولی، صاحبِ خوارق وکرامات بزرگ تھے۔''

(کتاب البریہ، ص:74، خزائن، ج:3، ص:72)

عظمت شان از مولوی نورالدین صاحب وقادیانی خلیفہ اول

4:..... ''میرے پیارے ولی اللہ محدث دہلوی (رح)۔''

(ازالہ اوہام، خزائن، ج:3، ص:627)

5:..... ''حضرت احمد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (رح) بارہویں صدی میں مجدد وامام الزمان گزرے ہیں۔'' (عسل مصفیٰ، ج:1، ص:165)

اب راقم قادیانیوں کے نزدیک رئیس المحدثین، کامل ولی، صاحبِ خوارق وکرامات

بزرگ اور قادیانیوں کے پیارے ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں پیش کرتا ہے:

> 1:.....''ونیز از ضلالتِ ایشان یکے آنست کہ جزمِ مے کنند کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) مقتول شدہ است، و فی الواقع در حقِ عیسیٰ (علیہ السلام) اشتباہے واقع شدہ بود درفع برآسمان را قتل گمان کرند۔''
>
> (فوزالکبیر، ص:48، مصنف: شاہ ولی اللہ)
>
> ترجمہ: ''ان کی گمراہی ایک یہ تھی کہ انہوں نے یقین کر لیا کہ عیسیٰ (علیہ السلام) قتل کیے گے ہیں، حالانکہ فی الواقع عیسیٰ (علیہ السلام) کے معاملہ میں انہیں اشتباہ واقع ہوا اوران کے آسمان پر اٹھائے جانے کو انہوں نے قتل گمان کیا۔''

نوٹ: دیکھیے! یہاں شاہ صاحب قتل کے مقابلہ پر رفعِ آسمانی کا استعمال کر کے اعلان کر رہے ہیں کہ جیسا قتل کا فعل یہود و نصاریٰ کے نزدیک عیسیٰ (علیہ السلام) کے جسم عنصری پر واقع ہوا تھا، فی الواقع اسی جسم عنصری پر رفع کا فعل وارد ہوا، ورنہ دونوں میں ضد کیسے ہوسکتی ہے؟

2:.....تین ہزار سے زائد صحابہ کرامؓ کا اجماع حیاتِ عیسی علیہ السلام پر ہم ایک حدیث سے بیان کرتے ہیں، اس حدیث کو رئیس المحدثین شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تسلیم کیا ہے۔ (دیکھو ازالۃ الخفاء، ج:4 ص:86-84)

3:.....ہم شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ کی کتاب ''تاویل الأحادیث'' سے نقل کر آئے ہیں، اس کو ملاحظہ کیا جائے، وہ عبارت اس مبحث میں فیصلہ کن ہے۔

4:.....ہم شاہ ولی اللہ صاحب کی ایک عبارت درج کر آئے ہیں۔ جو انہوں نے ''وَاِنْ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ'' کی تفسیر میں فرمائی ہے، وہ بھی قابلِ دید ہے، ناظرین کے استفادہ کے لیے دوبارہ درج کرتے ہیں:

''ونباشد ہیچ کس از اہلِ کتاب البتہ ایمان آورد بہ عیسیٰ علیہ السلام پیش از مردنِ عیسیٰ علیہ السلام وروزِ قیامت باشد عیسیٰ علیہ السلام گواہ برایشان۔''

(فتح الرحمٰن، مصنفہ: شاہ صاحب ص:149)

5:.....شاہ صاحب قدس سرہٗ کا مرتبہ آپ ملاحظہ کرہی چکے ہیں، آپ صریح الفاظ میں حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کا اعلان فرمارہے ہیں، فرماتے ہیں:

''تمام اہلِ کتاب (یہود و نصاریٰ) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے پہلے ایمان لے آئیں گے، پس جب تک ایک یہودی یا عیسائی بھی دنیا میں اپنے مذہب پر قائم رہے گا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت نہیں آئے گی، کیونکہ اس سے پہلے موتِ عیسیٰ علیہ السلام کا واقع ہونا باری تعالیٰ کے وعدہ کی خلاف ورزی ہے۔''

6:.....قادیانی جماعت کے مسلّم مجدد و رئیس المحدثین ''إِنِّی مُتَوَفِّیکَ وَرَافِعُکَ إِلَیَّ الآیہ'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''من برگرندہ توام یعنی ازین جہاں و بردارندہ توام بسوئے خود پاک سازندہ توام ازصحبت کسانیکہ کافرشدند۔''

(ص:82، تفسیر فتح الرحمٰن مولفہ شاہ صاحب قدس سرہ العزیز)

ترجمہ: ''(اے عیسیٰ علیہ السلام) میں تجھے اپنے قبضہ میں لینے والا ہوں اور تجھے اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور تجھے ان کافروں کی صحبت سے پاک کرنے والا ہوں۔''

7:.....حضرت شاہ صاحبؒ اپنی تفسیر فتح الرحمٰن میں بزیر آیت ''وَمَا قَتَلُوْہُ وَمَا صَلَبُوْہُ'' فرماتے ہیں:

''وبنہ کشتہ اند اورا و بردار نہ کردہ اند اورا.......ویقین نکشتہ اند اورا، بلکہ برداشت اورا خدا تعالیٰ بسوئے خود۔'' (تفسیر فتح الرحمٰن، ص:148)

ترجمہ: ''یہودیوں نے نہ تو قتل کیا عیسیٰ علیہ السلام کو اور نہ سولی پر ہی چڑھایا ان کو......یقینی بات یہ ہے کہ نہیں قتل کر سکے یہود اُن کو، بلکہ اٹھا لیا ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف۔''

حاشیہ پر شاہ صاحب قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

''مترجم گوید کہ یہودی حاضر شوند نزول عیسیٰ علیہ السلام البتہ ایمان آرند۔''

(تفسیر فتح الرحمٰن، ص:149)

''میں (حضرت شاہ صاحب) کہتا ہوں: اہل کتاب سے مراد وہ یہودی ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے زمانہ میں ہوں گے۔''

8:.....حضرت رئیس المحدثین آیت ''**وإنه لعلم للساعة**'' کے متعلق فرماتے ہیں:

''و ہر آئینہ عیسی علیہ السلام نشان ہست قیامت را۔''

''بے شک عیسیٰ علیہ السلام قیامت کی نشانی ہے۔(تفسیر فتح الرحمٰن، ص:721)

حیاتِ مسیح اور کچھ ناسمجھ لوگ

حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ سے متعلق غلط فہمی کا ازالہ

کچھ ناسمجھ اور سادح لوح مسلمانوں بھائیوں میں یہ بات بڑی شدت سے پھیلائی جارہی ہے، کہ حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ وفاتِ مسیح کے قائل ہیں۔ راقم کو متعدد بار کچھ لوگوں کی طرف سے مراسلات موصول ہوئے ہیں۔

اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ چودہ سو سال میں اس بات سے کسی کا اختلاف نہ رہا ہو تو حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کو اس مسئلہ میں کیوں کر اختلاف ہوسکتا ہے؟

کہا یہ جاتا ہے کہ:

''إلهامُ الرحمٰن ''اور دیگر کتب میں حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے حوالے سے حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کا انکار لکھا ہے۔

حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ مردِ مجاہد تھے، حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے شاگرد، اور شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے ساتھی اور امام الہند حضرت شاہ ولی اللہؒ کے نظریات کے علمبردار تھے، ان کی طرف وفاتِ مسیح کی نسبت کرنا زبردست زیادتی اور غلط بیانی ہے۔

غور طلب اور قابلِ تحقیق بات یہ ہے کہ راقم کے برطانیہ میں مقیم دیرینہ ساتھی مردِ مجاہد جناب عزت خان صاحب نے کرم نوازی فرمائی اور اس سلسلے میں خصوصی معاونت فرمائی، اور

ایک نایاب تفسیر ارسال فرمائی جو کہ حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے شاگردِ رشید حضرت مولانا خواجہ محمود عبدالحیٰ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے، راقم اس تفسیر کی کچھ اہم عبارات قارئین کے لیے ہدیۂ تبریک کے طور پر پیش کرنا ضروری سمجھتا ہے۔

مولانا خواجہ محمود عبدالحیٰ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق زیرِ بحث آیت پر ارشاد فرماتے ہیں کہ:

''وَجِیْهًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ '' کے متعلق دو باتوں کو ذہن نشین کر لینا ضروری ہے: اول تو یہ کہ یہودیوں اور ان تمام لوگوں پر رد ہے جو حضرت عیسیٰ کو ایک ناکام نبی بتاتے ہیں۔ دوسرے اس میں دراصل ایک عظیم الشان پیشن گوئی ہے کہ جس وقت مسلمانوں کی داخلی و خارجی زندگی نہایت ہی بری ہو جائے گی اور وہ ایک مصلح عظیم کے محتاج ہوں گے، جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اُمتِ مسلمہ کی تجدید و اصلاح میں مصروف ہوں گے، اس وقت کی امداد و اعانت کے لیے اس نفس قدسی کو دوبارہ بھیجا جائے گا، تاکہ اگر وہ ایک طرف فرزندانِ اسلام کے نشو و ارتقا میں امام مہدی کے ناصر و مددگار ہوں تو دوسری جانب قرآن حکیم کا اتباع کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امام الانبیاء ہونے کا ثبوت دیں۔''

(تفسیر الفرقان فی معارف القرآن، ص: 400/401، سورۂ آلِ عمران)

ایک اور مقام پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ '' ہم پہلے بتا آئے ہیں کہ یہودی حضرت عیسیٰؑ کے سخت ترین دشمن بن گئے تھے، سب کے سب اسی فکر میں تھے کہ انہیں مار ڈالیں، چنانچہ عیدالفطر کے روز وہ انہیں پلاطوس (والیِ شام) کے پاس لے گئے اور اس کی عدالت میں ان پر حسبِ ذیل الزامات لگائے:

1:..... یہ اپنے آپ کو مسیح بادشاہ کہتا ہے، لوگوں کو قیصر کا محصول ادا کرنے سے

روکتا ہے اور حکومت کے خلاف بغاوت کے جراثیم پھیلاتا ہے۔
2:..... یہ کافر ہے، اس لیے کہ یہ ملتِ اسرائیل کی سخت توہین وتذلیل کرتا ہے اور اپنے آپ کو خدا اور خدا کا بیٹا کہتا ہے۔
پہلے الزام کے متعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جواب یہ تھا کہ دنیا میں انبیاء ورسل اصلاحِ انسانیت کے لیے آتے ہیں، نہ کہ فساد فی الارض کے لیے، میں بغاوت نہیں پھیلاتا، بلکہ اصلاح کا بیج بورہا ہوں۔ دوسرے جرم کی بابت وہ یہ کہتے تھے کہ دراصل تم خود شریعتِ اسرائیل کو ترک کر چکے ہو، اب تمہارے اکاذیب واباطیل ہیں، جنہوں نے مذہب کا نام اختیار کرلیا ہے۔ پس میں آیا ہوں کہ تم کو اصل تورات کی طرف لے آؤں، مگر یہودیوں نے ان کی کسی بات کو بھی تسلیم نہ کیا اور حاکمِ شہر کو مجبور کیا کہ وہ اُن کی موت کا فتویٰ صادر کرے۔''

''تَوَفِّیْ'' کی تحقیق

لغت میں ''تَوَفِّیْ'' کے معنیٰ ''أخذ الشيء وافيًا تامًا'' کے آتے ہیں، یعنی ''کسی چیز کا پورا پورا لینا''۔ مردہ اپنی زندگی کا پورا حصہ پالیتا ہے، اس لیے اس کو بھی متوفی کہتے ہیں:

''اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا.'' (الزمر:42)

''اللہ جانوں کو ان کے مرتے وقت قبض فرمالیتا ہے۔''

دوسری جگہ آتا ہے:

''قُلْ يَتَوَفّٰكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِىْ وُكِّلَ بِكُمْ.'' (الم السجدۃ:11)

''کہہ دو کہ ملک الموت جو تم پر مقرر ہے تمہاری جان قبض کرے گا۔''

بعض لوگ قرآن نہ جاننے کی وجہ سے بیان کیا کرتے ہیں کہ قرآن میں جس جگہ ''تَوَفِّیْ'' کا لفظ ذی روح کے لیے استعمال ہوا ہے اور اللہ اس کا فاعل

ہے تو اس کے معنی ''قبضِ روح'' کے سوا اور کچھ نہیں ہوتے، اس قاعدہ کی غلطی واضح کرنے کے لیے صرف ایک آیت پیش کر دینا کافی ہے:

''وَهُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ بِاللَّیْلِ وَیَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ.'' (الانعام:60)

''اور وہی ہے جو رات کو تمہیں سلا دیتا ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ تم دن میں کر چکے ہو۔''

قرآن نے تمام اختلافات کو دور کرنے کے لیے آلِ عمران کی ابتدا میں ایک قاعدہ معین کر دیا ہے اور وہ یہی ہے کہ متشابہات کو محکمات پر عرض کیا جائے۔ اسی قاعدہ کے مطابق اب ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات و حیات کے متعلق قرآن کی آیات میں درس وفکر کرتے ہیں، تو سب سے پہلے سورۂ نساء ہمارے سامنے آتی ہے، جس میں دو باتوں کا فیصلہ کیا گیا ہے:

''وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ.'' (النساء:157)

''یہودیوں نے نہ تو حضرت عیسیٰ کو قتل کیا اور نہ ہی صلیب دیا۔''

(تفسیر الفرقان فی معارف القرآن، ص:410، سورۂ آلِ عمران)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کی دو حیثیتیں ہیں: وہ بنی اسرائیل کی تجدید کرتے ہیں اور اگر یہ ان کی عدمِ قابلیت کہ وجہ سے ممکن نہیں تو پھر ان کو ہمیشہ کے لیے نبوت سے محروم کرنے کو تیار ہیں، وہ آئندہ آسمانی بادشاہت کا اعلان کرتے ہیں، اور بتاتے ہیں کہ اب بنی اسمٰعیل میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظہور ہوگا:

''مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّأْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُهٗ أَحْمَدُ.'' (الصّف:٦)

''تورات کی تصدیق کرتا ہوں اور اپنے بعد ایک رسول کے آنے کی خوشخبری دیتا ہوں جس کا نام احمد ہوگا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کفارِ مکہ اور یہودِ مدینہ نے شہید کرنے کی ناکام کوشش

کی، مگر نا کام رہے۔

ان تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل نہیں ہوئے اور نہ وہ مصلوب ہوئے، بلکہ اپنی طبعی موت مریں گے۔

اس موقع پر ایک غلطی کا ازالہ ضروری ہے، جس میں اکثر قادیانی حضرات مبتلا ہو جاتے ہیں۔ یہ لوگ ''وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ.'' (النساء:15) والی آیت کو آیت زیرِ بحث کی تفسیر بنا کر غلط مبحث کر دیتے ہیں، حالانکہ وہاں نفیِ موت کے بعد رفع کا ذکر ہے، جو ظاہر ہے کہ رفعِ جسمانی ہونا چاہیے اور آیت ''إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ'' میں رفع بصیغہ اسم فاعل، یعنی زمانۂ استقبال میں بیان کیا گیا ہے، پس دونوں کو علیحدہ علیحدہ رکھنا ضروری ہے اور یہ دونوں آیتیں مل کر تفسیر ہوں گی اس آیۂ مبارکہ کی جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ''وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ'' آیا ہے۔'' (سورۂ آلِ عمران تفسیر الفرقان فی معارف القرآن، ص:413)

آیت زیرِ بحث میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق مریم سے دو وعدے کیے گئے ہیں، جن میں سے ایک کے پورا ہونے کا ذکر تفصیل کے ساتھ سورۂ مریم میں موجود ہے اور باوجودیکہ پورے چھ سو سال کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کا نزول ہوتا ہے، مگر اس میں دوسرے وعدہ کے ایفا کا کوئی تذکرہ نہیں آتا، اس لیے ہمیں یہی ماننا پڑے گا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ نازل ہوں گے اور جس کے آنے کی خوشخبری انہوں نے اپنی اُمت کو دی تھی، اس کی امامت و پیشوائی کی تصدیق میں تمام دنیا کے سامنے گویا ہوں گے، اور اس طرح دوسرا وعدہ پورا ہو کر رہے گا اور یہی جمہور اہلِ اسلام کا مذہب ہے۔

(سورۂ آلِ عمران، تفسیر الفرقان فی معارف القرآن، ص:402)

مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ نے ''مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے علوم و افکار'' کو صفحہ نمبر:78 پر تحریر کیا ہے کہ:

> مولانا عبیداللہ سندھی کی طرف منسوب تحریریں اکثر وہ ہیں جو املاء کی شکل میں ان کے تلامذہ نے جمع کی ہیں۔ مولانا کے اپنے قلم سے لکھی ہوئی

تحریرات اور بعض کتب بہت دقیق، عمیق اور فکر انگیز ہیں اور مستند بھی ہیں، لیکن املائی تحریروں پر پورا اعتماد نہیں کیا جا سکتا اور بعض باتیں ان میں غلط بھی ہیں، جن کو ہم املا کرنے والوں کی غلطی پر محمول کرتے ہیں، مولانا کی طرف اس کی نسبت درست نہ ہوگی۔'' (مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے علوم وافکار، ص:78)

''مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے علوم وافکار'' کے صفحہ نمبر:84 پر ہے کہ:

مولانا عبیداللہ سندھیؒ، مولانا شاہ ولی اللہؒ اور مولانا شیخ الہندؒ کے طریقہ سے باہر نہیں نکلے، یہ باتیں ایسی ہیں کہ املاء کرنے والوں نے مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی تقریر کو یا تو سمجھا نہیں یا اپنے ذہن کے مطابق کشید کیا ہے، یہ قابلِ اعتبار نہیں اور نہ لائقِ اعتناء ہیں۔'' (مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے علوم وافکار، ص:84)

مولانا محمد منظور نعمانیؒ الفرقان شاہ ولی اللہؒ نمبر کے اداریہ ص:۴ پر نگاہِ اولین کے تحت حضرت سندھیؒ سے نقل فرماتے ہیں کہ:

''جو بات میں ایسی کہوں جس کو حضرت شاہ ولی اللہؒ، شاہ عبدالعزیزؒ اور ان کے مستفیضین یا مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے یہاں نا دکھا سکوں تو میں اس کو ہر وقت واپس لینے کو تیار ہوں، میں ان اکابر کے علوم سے باہر نہیں جاتا، اگر فرق ہوتا ہے تو صرف تعبیر کا۔'' (الفرقان، شاہ ولی اللہؒ نمبر، ص:۴)

ان وضاحتوں کے بعد اب ''الہام الرحمٰن'' کی اُن عبارتوں کو دیکھا جائے جو وفاتِ مسیح علیہ السلام کے متعلق ہیں تو بات واضح ہو جاتی ہے کہ وفاتِ مسیح کے عقیدے کی مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی طرف نسبت سو فیصد نہیں، بلکہ ہزار فیصد غلط ہے، اس لیے کہ مولانا عبیداللہ سندھیؒ، حضرت شاہ ولی اللہؒ کے پیروکار اور حضرت شیخ الہندؒ کے شاگرد تھے، یہ تمام حضرات، حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کے قائل ہیں۔

مولانا احمد علی لاہوریؒ اور ایسے بیسیوں علماء حضرت سندھیؒ کے شاگرد ہیں، جو سب حیاتِ مسیح علیہ السلام کے قائل تھے، تو ثابت ہوا کہ مولانا کے اساتذہ ومشائخ وشاگرد سب حیاتِ

مسیح کے قائل ہیں، اور خود مولانا سندھیؒ فرماتے ہیں کہ: میں ان کی رائے کے خلاف نہیں جاتا تو وہ پھر کیسے وفاتِ مسیح کے قائل تھے؟!

مولانا عبیداللہ سندھی رحمتہ اللہ علیہ کی طرف جن کتب میں وفاتِ مسیح کی نسبت کی گئی ہے، ان میں سے ایک کتاب بھی مولانا سندھی رحمتہ اللہ علیہ کی اپنی تحریر کردہ نہیں، دوسرے لوگوں نے لکھ کر ان کی طرف نسبت کر دی ہے، دو کتابیں اس وقت میرے سامنے ہیں، ایک ان کے اپنے ہاتھ کی ہے، دوسری انہوں نے مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی رحمتہ اللہ علیہ کو پڑھائی اور تحریر کرائی، ان میں حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ بیان کیا گیا ہے، جب ان کے ہاتھ سے تحریر کردہ کتاب میں حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ موجود ہے تو پھر دوسروں کی کسی بات کا کیا اعتبار ہے؟

چنانچہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کے افکار پر مشتمل ''رسالہ محمودیہ'' حضرت مولانا عبیداللہ سندھی رحمتہ اللہ علیہ نے ''ترجمہ عبیدہ'' کے نام سے تحریر کیا ہے، اس مضمون کو مرتب کرنے کے دوران راقم کی خواہش تھی کہ یہ رسالہ اپنی آنکھوں سے دیکھا جائے تو بہتر ہوگا، لہٰذا راقم نے جب تلاش شروع کی تو معلوم یہ ہوا کہ کسی بھی کتب خانہ میں یہ رسالہ دستیاب نہیں ہے، اللہ جزائے خیر عطا فرمائے میرے کرم فرما بھائی خالد محمود صاحب کو انہوں نے صوبہ سندھ کے قدیم ترین کتب خانے ''قاسمیہ لائبریری'' کے بزرگ عالم دین حضرت مولانا محمد ادریس سومرو صاحب کے ذریعہ سے راقم کو یہ رسالہ ارسال فرمایا، اس لحاظ سے راقم کے مطابق قاسمیہ لائبریری ''شاہی کتب خانہ'' کہلانے کا مستحق ہے۔ اس رسالہ کے صفحہ 26، 27 پر مولانا سندھی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

> **''فعسى أن تكون سارا لأفق الكمال غاشيا لاقليم القرب فلا يوجد بعدک إلا ولک دخل في تربيته ظاهرا و باطنا حتى ينزل عيسٰى عليه السلام.''** (ترجمہ عبیدہ ''رسالہ محمودیہ''، ص:26، 27)

ترجمہ: ''تو عنقریب کمال کے اُفق کا سردار بن جائے گا اور قربِ الٰہی کی اقلیم پر حاوی ہو جائے گا، تیرے بعد مقربِ الٰہی ایسا نہیں ہوسکتا جس کی ظاہری و باطنی

تربیت میں تیرا ہاتھ نہ ہو، یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں۔''

اسی طرح ''الخیر الکثیر'' جو کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے، جس کا ترجمہ مولانا عبیداللہ سندھی رحمتہ اللہ علیہ نے املا کرایا ہے، تحقیق و ترجمہ لکھنے والے مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی رحمتہ اللہ علیہ ہیں، حیدرآباد سندھ کی شاہ ولی اللہ اکیڈمی میں سے شائع ہوا ہے، اس کے صفحہ 106 پر ہے:

''اسی نوع کے امام عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور یہ چیز ان کو حضرت جبرائیل علیہ السلام کی پھونک سے حاصل ہوئی ہے اور اس لیے معین ہوا ہے کہ نازل ہو کر دجال کو قتل کرے۔''

اس کے صفحہ 117 پر ہے:

''عیسیٰ علیہ السلام جب زمین پر نازل ہوں گے۔''

ان تصریحات کے ہوتے ہوئے کوئی حضرت سندھی رحمتہ اللہ علیہ کی وفاتِ مسیح کے عقیدے کی طرف نسبت کرے، اس سے بڑا اور کوئی ظلم نہیں ہوسکتا۔

''الہام الرحمٰن'' جو موسیٰ جار اللہ وغیرہ کی تحریر کردہ ہے، غلط طور پر حضرت مولانا سندھی رحمتہ اللہ علیہ کی طرف منسوب کی گئی ہے، اس کی ثقاہت کا یہ عالم ہے کہ محمد نور مرشد نے اس کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ:

''مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے بعض تابعین کے حوالے سے لکھا ہے کہ مسیح علیہ السلام وفات پا گئے ہیں۔''

اب جس کتاب میں مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف یہ روایت کی گئی ہو اس کتاب کے غیر مستند ہونے کے لیے اتنی بات کافی ہے، اس لیے کہ مولانا سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی ''**عقیدة الإسلام في حياة عيسى عليه السلام**'' اور ''**التصريح بما تواتر في نزول المسيح**'' حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام پر مستند کتابیں ہیں، ان کتابوں کے ہوتے ہوئے حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کے عقیدہ کے شارح، قرآن وسنت کی روشنی میں اس مسئلہ کے علمبردار، حضرت

مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق جس کتاب میں ایسی بے سروپا، غلط اور من گھڑت روایت درج کی جاسکتی ہیں، تو ناممکن نہیں کہ اس میں مولانا سندھی رحمتہ اللہ علیہ کی طرف غلط روایت منسوب کردی گئی ہو۔

مولانا عبد الحمید سواتی رحمۃ اللہ علیہ پاکستان میں حضرت سندھی رحمتہ اللہ علیہ کے نظریات کے شارح اور ترجمان سمجھے جاتے ہیں، آپ نے اپنی کتاب ''مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے علوم وافکار'' کے صفحہ 74، 75 پر اس مسئلہ کے متعلق تحریر فرمایا ہے:

> ''مولوی محمد معاویہ مرحوم آف کبیر والا بھی مولانا سندھی رحمتہ اللہ علیہ کے مشن اور کتب سے دلچسپی رکھتے تھے۔ انہوں نے الہام رحمٰن جلد 1 اور 2 کا اردو ترجمہ بھی شائع کرایا تھا، اس کی اشاعت کے وقت میں نے ان سے عرض کیا تھا کہ مولانا سندھی رحمتہ اللہ علیہ کی طرف مسئلہ وفات المسیح کی نسبت درست نہیں، اس کی کچھ وضاحت ہونی چاہیے، چنانچہ انہوں نے اس کی طبع دوم کے وقت ایک مختصر سا مضمون شائع کرایا تھا، اصل میں وفاتِ مسیح کا مسئلہ مرزائیوں، قادیانیوں اور لاہوریوں نے زیادہ اٹھایا تھا، تاکہ وفاتِ مسیح کو ثابت کرنے کے بعد ان تمام احادیث کی تاویل اپنے زعم فاسد کے مطابق مرزا قادیانی پر چسپاں کرسکیں اور یہ لوگ اسی عقیدۂ فاسدہ کی بنا پر اور اجرائے نبوت کے قائل ہونے کی وجہ سے تمام طبقات امت کے نزدیک خارج از اسلام ہیں۔
>
> آج تک اہلِ اسلام میں کسی نے اس (حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام) کا انکار نہیں کیا اور قربِ قیامت میں مسیح علیہ السلام کا نزول اجماعی عقیدہ ہے اور پھر یہ کہہ کر مغالطہ دینا کہ علم کلام کی کتابوں ''شرح مواقف اور عضدیہ'' وغیرہ میں اس کا ذکر نہیں کیا گیا، بہت غلط ہے، جب کہ امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ''فقہ اکبر'' میں اور ''بیان السنۃ'' اور ''**عقیدۃ الطحاوی**'' میں

اس کا ذکر موجود ہے، جو علم کلام کا سب سے قدیم اور صحیح ماخذ ہے، پھر اس کا انکار کس طرح روا ہوسکتا ہے؟! اس کو بجز گمراہی اور کجروی کے اور کیا تعبیر کیا جاسکتا ہے؟! اصل بات یہ ہے کہ مولانا عبیداللہ سندھی رحمتہ اللہ علیہ اور اسی طرح مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ اور بعض دیگر علماء کرام ایک اور بات کا ذکر کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ دین کو اللہ تعالیٰ نے مکمل کر دیا ہے، حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر دین کی تکمیل ہوچکی ہے اور تکمیلِ دین کی آیت قرآن کریم میں نازل ہوچکی ہے، اب دین کی تکمیل کسی نئے ظہور پر موقوف نہیں، مسیح علیہ السلام اگر دوبارہ زمین پر آئیں گے یا مہدی علیہ الرضوان کا ظہور ہوگا تو یہ تکمیلِ دین کے لیے نہیں ہوگا، بلکہ یہ قیامت کی علامات کے طور پر ہوگا۔ مسیح علیہ السلام کوئی نیا حکم جاری نہیں کریں گے، قرآن وسنت کے مطابق ہی عمل کریں گے اور اسی پر لوگوں کو کاربند بنائیں گے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد قرآن وسنت پر عمل کرنا اور عمل کرانا یہ اُمت کا فریضہ ہے، یہ نہیں کہ ہم ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہیں اور انتظار کریں کہ مسیح علیہ السلام اور مہدی علیہ الرضوان کا ظہور ہوگا تو اس پر عمل مکمل ہوگا، یہ نظریہ باطل اور گمراہ کن ہے، یہ روافض اور اس قسم کے گمراہ لوگوں کا اعتقاد ہوسکتا ہے، نہ کہ اہلِ ایمان کا۔‘‘

(مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے علوم وافکار، ص:74،75)

مسلمانانِ عالم کے نام

خادمِ ختمِ نبوت سہیل باوا صاحب کا

خصوصی پیغام

بعض احباب کی طرف سے اطلاع ملی ہے کہ مرزا قایانی کے پیروکاروں اور اُن کے مربیوں کو شدید قسم کے مناظرہ کا تقاضا آ رہا ہے، اس کے لیے کبھی اُس کو فون تو ''کبھی اِدھر ڈوبے تو کبھی اُدھر نکلے والا'' معاملہ ہے۔

اگر یہ مربیان اپنے ذوق کو تسکین دینا چاہتے ہیں تو علماء و کارکنانِ تحفظِ ختمِ نبوت سے سوشل میڈیا اور فون پر رابطہ کرنے کے بجائے بالمشافہہ ملاقات کی ترتیب بنا لیں، تاکہ آپ صاحبان کا مناظرے کا تقاضا بھی کم کیا جا سکے۔

مزید برآں حق و باطل کا نتیجہ بھی کھل کر دنیا کے سامنے آ سکے۔

موضوع سے متعلق مرزا قادیانی کے پیروکار مربی صاحبان سے دست بستہ ایک گزارش ہے کہ اپنے من پسند موضوع کا خود ہی انتخاب کر لیں۔ ہماری طرف سے ''مرزا قادیانی ... انبیاء علیہم السلام کا گستاخ'' پر مبنی موضوع سمجھ لیں۔